اثبات اصول اسلام

یعنی

جناب مولینا مولوی حافظ نذیر احمد خانصاحب سابق
ڈپٹی کلکٹر حال وظیفہ خوار سرکار عالی نظام حیدرآباد دکن کا لکچر

جو

اُنہوں نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے پانچویں سالانہ جلسے پر دیا

اور جس میں

خدا کی ہستی - توحید اور عبادت - رسالت اور ختم رسالت
کا ثبوت عقلی دلائل سے دیا ہے

۱۸۹۲ع

انجمن حمایت اسلام لاہور کے لئے

مطبع گلزار محمدی لاہور میں منشی گلزار محمد مالک مطبع
کے اہتمام سے چھپا

انجمن حمایت اسلام لاہور

اس وحدہ لاشریک لہ کی شان دیکھو۔ کہ اپنی قدرت اپنی عظمت۔ اپنا جلال کیسے عجیب اور حیرت انگیز انقلابوں سے ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ دین اسلام کے وہ مخلص پیرو بندے جو اپنی اعلےٰ درجے کی دینداری۔ لیاقت۔ فضیلت۔ حسن اخلاق وغیرہ خوبیوں کے باعث آج کل کی معدن علوم ہونے کی مدعی قوموں کے بھی استاد تھے۔ انہیں کی نسلیں آج جاہل مطلق بے ہنر محض اور اپنے سچے مذہب کے مقدس اصولوں کی پابندی سے کوسوں دور ہیں۔ ان کی جہالت کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ بت پرست قومیں جن کے پاس اپنے مذہب کی حقیقت کی کوئی بھی عقلی اور نقلی دلیل نہیں۔ علانیہ اسلام کی تردید کے واسطے کھڑی ہوتی ہیں۔ اور ہمیں اپنی بے علمی اور نالیاقتی سے ان کے جواب دینے کی بھی جرأت نہیں۔ عیسائی جن کے موجودہ طریق کو ایک تھوڑی سی عقل کا آدمی بھی غلط ثابت کر سکتا ہے۔ وہ ہمارے خاتم المرسلین صلعم کی نسبت سینکڑوں جھوٹے اور لغو بہتان باندھ کر عام لوگوں کے سامنے سناتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم ان کے بیہودہ اور پوچ اعتراضوں کے جواب دینے سے بھی قاصر رہتے ہیں۔ یہ باتیں تو رہیں برکنار مشن سکولوں میں ہمارے شافع المذنبین صلعم اور ہمارے دین کی نسبت وہ نالائق الفاظ ہمارے لڑکوں کی زبان سے نکلوائے جاتے ہیں۔ جن کا سننا بھی جائز نہیں مگر دل ہے ہماری بے غیرتی۔ کہ ہم اپنے لڑکوں کو اس آفت سے بچانے کا بندوبست نہیں کرتے۔ ہماری لڑکیوں کے عقائد بگاڑنے اور انہیں ناجائز آزادی سکھانے کو کبھی روپے پیسے کا لالچ دے کر۔ کبھی پڑھانے کا ڈھنگ ڈال کر کبھی دستکاری سکھانے کا وعدہ دے کر عیسائی عورتیں جن سے پردہ کرنا ویسا ہی ضروری ہے۔ جیسا مردوں سے۔ ہمارے گھروں میں آتی ہیں مگر وائے رے نادانی۔ کہ ہم ان نقصوں کے مٹانے اور اپنی لڑکیوں کو ان گمراہ کرنے والی عورتوں کے ہاتھوں سے بچانے کی ہمت نہیں کرتے۔ بے ہنری کا نتیجہ ہمیں یہ ملا۔ کہ جتنے رذیل پیشے ہیں۔ وہ آج ہمارے قبضے میں ہیں۔ چوہڑے۔ اچکے مفلس۔ قلاش جتنے ہیں۔ اکثر مسلمان۔ ہیجڑے۔ کنجن۔ بھانڈ۔ ڈوم۔ کل مسلمان۔ ان پڑھ۔ جاہل بے ادب تمام بھی ہیں۔ تو یہی مسلمان۔ دنیاوی علوم کون نہیں پڑھتے۔ اعلےٰ عہدوں پر کون ترقی نہیں کرتے؟ اپنی اولادیں کون بیچتے جاتے ہیں۔ یہی ہمارے بھائی مسلمان ۔ اسلام کے پاک اصولوں کی پیروی چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن قوموں کو انسانی لباس میں آئے ہوئے کچھ مدت نہیں گزری۔ ان کا دل آزار مقولہ اہل اسلام کی موجودہ حالت کے لحاظ سے یہ ہے کہ اسلام انسانی نسلوں کے حق میں فائدہ رساں نہیں ہے۔ غرض دینی اور دنیوی دونو طرح کی حالتیں پست و ذلیل ہو رہی ہیں۔ مگر باوجود اس کے ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ اور مل کر اس حالت سے نکلنے کی بجائے فرقہ فرقہ بن کر ایک دوسرے کی تخریب کے درپے ہیں۔ بلکہ اپنے ہاتھوں اپنے مسلمان بھائیوں کی بیخ کنی کر کے اسلام ہی کو صدمہ پہنچا رہے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس بات کو دین کی ترقی کا باعث سمجھتے ہیں۔ افسوس! افسوس!!

مندرجہ بالا نقصوں کے دور کرنے کے واسطے لاہور میں **انجمن حمایت اسلام** قائم ہوئی ہے۔ جس کے مقاصد یہ ہیں **اول** مخالفین مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری یا تقریری تہذیب کے ساتھ دینے۔ **دوم** مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کرنا۔ تاکہ وہ غیر مذہب والوں کی مذہبی تعلیم کے اثر سے محفوظ رہیں۔ **سوم** مفلس اور یتیم لاوارث بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنا۔ تاکہ وہ اپنے دینی مذہب کو چھوڑ کر گمراہی اور عذاب آخرت میں گرفتار نہ ہوں۔ **چہارم** اہل اسلام کو اصلاح طرز معاشرت اور تہذیب اخلاق اور تحصیل علوم دینی و دنیوی اور باہمی اتحاد و اتفاق کا شوق دلانا۔ **پنجم** گورنمنٹ انگلشیہ کی وفاداری کے نتائج حسنہ سے اہل اسلام کو آگاہ کرنا۔ **ششم** ان مقاصد اور اغراض کے پورا کرنے کے لیے واعظوں کے تقرر۔ رسالے کے اجرا اور دیگر وسائل کو عمل میں لانا۔

ان اغراض کی تکمیل کے واسطے انجمن کی طرف سے دو واعظ ہیں۔ جن میں سے ایک صاحب شہر کے مختلف حصوں میں ہر روز وعظ کہتے ہیں۔ اور حافظ شیخ غلام محی الدین صاحب صوفی بحیثیت وکیل انجمن بیرونجات میں انجمن کے مقاصد کی اشاعت فرماتے ہیں۔ اور برادران اسلام سے انجمن کے واسطے امداد طلب کرتے ہیں۔ ان کے پاس [illegible]

الحمد للہ الذی جعل القرآن ہدی وبشری للذین یؤمنون بالاخرۃ وارسل رسولہ بالہدی ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکفرون۔ طالبان ہدایت کے واسطے یہ کیسا تسلی بخش قرآنی نشان موجود ہے کہ اگرچہ اہل اسلام کی حالت ہر طرح سے قابل رحم ہو رہی ہے۔ لیکن دین اسلام کا جبروت اسی عظمت و وقار کے ساتھ موجود ہے جس کے ساتھ وہ دنیا میں آیا تھا۔ اس کے منصفانہ اور اعظم اصولوں توحید اور رسالت کا مقابلہ اگرچہ دنیا بھر کی بے انصاف قوموں نے کیا اور کر رہی ہیں۔ مگر اسی طاقتور شہنشاہ کے ضابطہ کے موافق غلبہ حق ہی کو ہوتا رہا ہے۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون۔ چنانچہ مولوی حافظ نذیر احمد خان صاحب سابق ڈپٹی کلکٹر حال وظیفہ خوار سرکار عالی نظام حیدرآباد دکھن کی تقریر جو انہوں نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے پانچویں سالانہ جلسے کے موقع پر مختلف مذاہب کے لوگوں کے ایک بھاری مجمع میں جس کی تعداد تقریباً چار ہزار ہوگی بیان فرمائی بڑی واضح دلیل ہے

یہ تقریر بالفاظہ نہیں لکھی جا سکی صرف ان اشارات کو جو مولوی صاحب نے یادداشت کے طور پر لکھے ہوئے تھے درست کر لیا گیا ہے اور مولوی صاحب موصوف نے بھی دوبارہ اس کو ملاحظہ فرما لیا ہے۔ خدا نے چاہا تو یقین کامل ہے کہ یہ تقریر بہت سی روحانی مرضوں کی دوا ہوگی ٭

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں اگرچہ دہلی (ہائے دہلی) جو سینکڑوں برس تمام ہند کا دار السلطنت۔ خلائق اور حاجات خلائق کا مرجع۔ لیاقت اور کمالات کا مرکز۔ حکومت اور دولت کا منبع رہی اب مضافات لاہور میں ہے مگر دہلی والے تو کیوں اپنے تئیں پنجابی سمجھنے لگے۔ پنجابی بھی اُن کو پنجابی نہیں سمجھتے اور وہ پنجابی ہیں بھی نہیں اور ہو سکتے بھی نہیں

جغرافیہ کی رو سے دہلی اور پنجاب کے مواقع مختلف۔ دونوں کے باشندوں کی زبان مختلف۔ وضع مختلف۔ خیر تو غرض یہ ہے کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں اور اس بات کو میں اس غرض سے ظاہر نہیں کرتا کہ خدانخواستہ میں پنجاب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ نہیں۔ بلکہ ہر شخص کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہے

مجھکو اس موقعہ پہ میر تقی صاحب کی ایک حکایت یاد آئی کہ شاہ عالم کے زمانے میں جب دربار دہلی اس قدر بے مقدرت ہو گیا کہ ارباب کمال جو وابستگان دامان دولت شاہی تھے روٹیوں تک کو محتاج ہوئے تو رفتہ رفتہ سب لوگ لکھنو چلے گئے میر تقی صاحب تنگ مزاج سے آدمی تھے جلے تن اور تنگ مزاجی کی وجہ سے یوں بھی دربار شاہی میں اُنکی رسائی جیسی چاہئے ویسی نہ تھی۔ ان کی تنگ مزاجی اس حد کو پہنچی تھی۔ کہ خود بادشاہ کے حضور میں بھی ان سے ضبط نہ ہو سکتا تھا۔ شاہ عالم خود شاعر تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میر تقی صاحب شاہ عالم کے سلام کو گئے۔ تو حضور والا نے پوچھا کہ میر صاحب بعد مدت کے آپ کو دیکھا کچھ افکار تازہ سنائیے میر صاحب نے عرض کیا کہ مجھ کو فکر وہاں سے ہی فرصت نہیں۔ فکر سخن کیا کروں۔ بادشاہ نے اس بات کو تو ٹالدیا اور کہا تو یہ کہا۔ کہ بھائی میں تو صحت خانے (پاخانہ) میں جاتا ہوں تو ایک غزل کہہ لاتا ہوں۔ میر صاحب مطلب کی بات ٹالے جانے سے جلے بھنے بیٹھے ہی تھے بے تامل بول اُٹھے پھر حضور ویسے ہی سڑے ہوئے اشعار

ی ہوتے ہیں۔ غرض میر صاحب معاش کی طرف سے سخت مجبور ہو کر با دل
خواستہ لکھنؤ پہنچے۔ سرائے میں فروکش ہوئے۔ سنا کہ مشاعرہ ہے۔ طرح
یافت کی اور عاجلانہ غزل لکھکر اپنی وضع قدیم سے شریک محفل
ئے۔ نئی تراش خراش کے لکھنؤ سے لگے ان کو گھورنے اور تاڑنے
ر صاحب نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو ... ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
دلّی جو ایک شہر تھا رشک بہارِ خلد ... واں منتخب ہی رہتے تھے سب روزگار کے
اس کو فلک نے مار کے ویران کر دیا ... ہم رہنے والے ہیں اُسی اُجڑے دیار کے

تو میر تقی صاحب کو ہرچند دلی سے دل برداشتگی تھی اور وہی دل برداشتگی
ی کو لکھنؤ لائی تھی۔ مگر تاہم ان کو اپنے وطن سے اُنس تھا اور ہونا چاہئے تھا۔
سکو بھی ہے اور ہونا چاہئے۔ حب الوطن من الایمان۔
یہ ایک حدیث ہے میں اس پر کچھ ریمارک کرنا چاہتا ہوں اگرچہ سلسلۂ
ن منقطع ہو تو ہو۔ اس وقت مجھکو یہ خیال آگیا کہ بات تو ایک ہی
ی ہے۔ مگر از بس کہ عقلوں کے مدارج متفاوت ہیں ہر شخص اس سے
سرا ہی مطلب نکالتا ہے۔ پست خیال و دنی الہمت لوگوں کے نزدیک
الوطن کا یہی مفہوم ہے کہ نہ گھر کی آدھی نہ باہر کی ساری۔ کون زحمت
اٹھائے دیس چھوڑ کر پردیس جائے دال دلیا جو کچھ خدا نے دیا
لیا بال بچوں میں پڑے رہے اللہ اللہ خیر صلاّ۔ ان سے اونچے اور
خیال کے وہ ہیں جو حب الوطن سے مراد لیتے ہیں اہل وطن کی امداد
نت۔ ان کی حاجت براری۔ ان کی خیر خواہی۔ ان کی ہمدردی۔ یہاں تک
نیا داروں کی پرواز ہے۔ اس سے آگے خاصان خدا ہیں وہ ہر ایک
بات میں سے ایسا عمدہ مضمون پیدا کر لیتے ہیں کہ بس یہ انہی کا حصہ ہے
حب الوطن کے بارے میں مولنا بہاؤ الدین آملی فرماتے ہیں۔

...یا بطن ... گفت از ایماں بود حبّ الوطن
...نیست ... ایں وطن شہر لیست کا نرا نام نیست
...ان تمام ... مدح دُنیا کے کند خیر الانام
...اسی ہر خطا ... از خطا کے بیشود ایماں عطا

تو دریں اوطان غریبی اے پسر　　　رو بغربت کردہ خاکت بسر

ان تینوں خیالوں میں بہ ترتیب لف و نشر حیوان و انسان و ملک کی سی نسبت ہے اور چونکہ حب الوطن من الایمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان ایک شے متجزی ہے اور حب الوطن اس کا ایک جزو ہے - ہر ایماندار کو ایمان کی تکمیل کے لئے اپنا احتساب کر لینا چاہئے کہ وہ حب الوطن کی نسبت کیا خیال رکھتا ہے اور کہاں تک اس فرض کو ادا کرتا ہے - بہرکیف یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا میں نے لکچر کو یوں شروع کیا تھا کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں اور ہر شخص کو اپنا ہی وطن عزیز ہوتا ہے - مگر پنجاب میں ایک فضیلت ایسی ہے و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء جس کی وجہ سے میں پنجاب کو عزیز رکھتا ہوں - اور جب میں اس فضیلت کو بیان کروں تو میں یقین کرتا ہوں کہ ہر ایک ہندوستانی مسلمان چاہے وہ پنجاب سے کتنی ہی دور کا رہنے والا کیوں نہ ہو ضرور پنجاب کو عزیز رکھیگا - وہ فضیلت یہ ہے کہ خدا کا سچا دین یعنی اسلام کی اسی پنجاب کی راہ سے ہو کر ہندوستان میں داخل ہوا - اور اسی راہ سے داخل ہوا تو اہل پنجاب قبول اسلام میں بھی اور ہندوستان سے اقدم ہونگے وکفی بہ فخرا - اس سے بھی بڑھکر ایک بات اور ہے کہ ہم مسلمانوں کی شامت اعمال سے اسلام بہت ہی ضعیف ہو گیا ہے اب بعد مدت کچھ آثار ایسے دکھائی دینے لگے ہیں کہ یہ بیمار جس کی نفس شماری کی نوبت پہنچ چکی ہے عجب نہیں کہ بچ جائے تو اگر بچا تو انشاء اللہ بچیگا اور اگر اس کو کچھ بھی توانائی ہوئی اور انشاء اللہ ہوگی تو اے اہل پنجاب لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ اس کا بچنا اور توانائی پانا تمہاری کوشش اور تدبیر سے ہوگا - ابھی تک علیگڈھ ایجوکیشنل کانگریس کے وہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جب سر سید احمد خاں نے تم کو زندہ دل کہا - سر سید احمد خاں نے تم کو زندہ دلی کا خطاب کیا سمجھکر دیا اور لوگوں نے تمہارا ایسا کونسا کارنمایاں دیکھا کہ تم سے بڑی بڑی توقعات پیدا کر لیں اس کو تم ہی خوب سمجھ سکتے مگر تمہاری کوششوں میں سے اگرچہ افسوس ہے کہ مجھکو انکی تفصیل

با اچھی طرح سے معلوم نہیں ایک اس کوشش یعنی انجمن حمایت اسلام
نا لاہور کو تو میں بھی بہت ہی پسند کرتا ہوں۔ جس چیز نے مجھکو اس انجمن کا گرویدہ
دا کیا۔ یہ ہے۔ کہ اس انجمن کے بانی اور کارپرداز ایسے لوگ ہیں جنکو سچی اسلامی
ہمدردی کے سوا اور کوئی داعیہ اور محرک ہو نہیں سکتا۔ یہ لوگ سوشل پوزیشن
کے اعتبار سے ایسے درجے میں ہیں کہ شہرت اور ناموری اور رشد اور تقرب
حکام ان میں سے کسی چیز کی ہوس کو ان کی طرف منسوب نہیں کر سکتے

کوششیں وہی قابل قدر ہیں اور غالباً مشکور بھی وہی ہوتی ہیں اور
خدا سے تعالیٰ برکت اور ثبات بھی انہی کوششوں کو عطا فرماتا ہے جو بے نفسانی
اغراض دنیاوی ہوں جیسے تمام انبیا علیہم السلام کوشش تبلیغ رسالت میں
کہ سب کے سب وہی ایک بات بولتے تھے مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ
اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ ترجمہ میں تم سے اس (تبلیغ رسالت)
پر کچھ مزدوری کا خواہاں نہیں۔ میری مزدوری تو پروردگار عالم پر ہے۔
فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ترجمہ
میں نے تم سے کچھ مزدوری مانگی ہو تو وہ تم کو مبارک رہے میری مزدوری
تو صرف اللہ پر ہے۔ اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ
خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ ترجمہ کیا تم ان سے کچھ چندہ مانگتے ہو تو وہ چندہ جو تم کو
خدا سے ملنے والا ہے سب چندوں سے بہتر ہے اور خدا سارے روزی پہنچانے
والوں سے بہتر ہے۔ اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝
ترجمہ کیا تم ان سے کچھ مزدوری مانگتے ہو کہ وہ چٹی کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں

دوسری برتری بہت بڑی نہایت بڑی عمدہ بات تمہاری انجمن حمایت اسلام
میں یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کی ضرورت وقتی کو ٹھیک سمجھا اور اس کو پیش نظر
رکھا ہے دنیا اور دین دو ہی چیزیں ہیں اور دو نو چیزیں نگرانی اور مدد کی
محتاج۔ یہ زمانہ رفارم کا ہے اور میں خیال کرتا ہوں لفظ رفارم اس کثرت سے
زبانزد خلائق ہو رہا ہے کہ گویا ان کا تکیہ کلام ہے۔ مدرسوں کے مبتدی لڑکے
انڈل پاس نہیں کر چکتے کہ رفارم میں رائے زنی کرنے لگتے ہیں یعنی رائے کے
رفارمیشن سے پہلے انکو رفارمیشن سوجھتا ہے غرض ملک کے اطراف و جوانب
میں بہت سے رفارمر پیدا ہو گئے ہیں اور ہوتے چلے جا رہے ہیں لیکن اکثر

رفارمر تو دین و مذہب سے کچھ سروکار ہی نہیں رکھتے ہاتھ دھو کر صرف اصلاح دنیا کے پیچھے پڑے ہیں اور جن معدودے چند نے مذہب کو اپنے پروگرام میں داخل کیا بھی ہے تو کچھ کرنے کے لئے نہیں بلکہ صرف منہ سے کہہ دینے کے لئے ذٰلِکَ قَوْلُہُمْ بِاَفْوَاہِہِمْ مگر ہاں انجمن حمایت اسلام لاہور کو میں دیکھتا ہوں کہ کسی حال میں بھی اس مذہب کو فوت نہیں ہونے دیتی ان کی کارروائی پکارے کہتی ہے کہ جیسا اس انجمن کا نام ہے ویسا ہی اس کا کام ہے

میں اس بات کو نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں کی رفارم کا ڈھنگ ٹھیک نہیں بیٹھا - پہلی غلطی تو یہ ہے کہ صرف تعلیم کو تمام مسلمانوں کے تمام فائدوں کا کفیل سمجھا گیا ہے یعنی جو شخص رفارم کا خواب دیکھتا ہے اور ایسے بہت ہیں -- اس کی تعبیر یہی ہوتی ہے کہ وہ کچھ لونڈے گھیر گھار کر ان کو ایک طرز پر پڑھا چلتا ہے یا پڑھوا چلتا ہے - بے شک تعلیم مفید ہے مگر ان دو تعبیروں پر ذرا خیال کرنا تمام مسلمان اور ان کے تمام فائدے - محال عقل ہے کہ سب مسلمان پڑھ لکھ جائیں - گورنمنٹ اور مشنری اور رفارمر جتنے تعلیم کے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے ہیں ان کی تو کیا اصل ہے میں کہتا ہوں کہ خود سب مسلمان بھی مل کر چاہیں تو سب پڑھ لکھ نہیں سکتے یورپ جس کی گرد کو بھی عموم تعلیم میں ہم آج سے سو برس بعد تک بھی نہیں پا سکینگے وہاں بھی جہاں کہیں پڑھنے لکھنے کا بہت چرچا ہے پڑھے لکھوں کا شمار ۳۵ فیصدی سے متجاوز نہیں ہوا اور اس تیس ۳۰ پینتیس ۳۵ فیصدی سے بی اے - ایل ایل ڈی مت خیال کر لینا حرف شناس بھی اس میں داخل ہیں بلکہ اکثر اتنے ہی پانی میں ہیں - اچھا فار دی سیک آف آرگیومنٹ فرض کر لو کہ مسلمانوں میں بھی شمار کے اعتبار سے یورپ کی طرح تعلیم عام ہو گئی تو ہمارے یہاں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اتنے لوگ نوکری کی طلبگاری کے لئے کمربستہ ہو گئے جس کا ضروری نتیجہ ہے ناکامی نا امیدی - ناراضمندی - چونکہ میں پارسال بمبئی کے ایجوکیشنل کانگریس میں تعلیم پر اپنے خیالات شرح و بسط کے ساتھ ظاہر کر چکا ہوں میں اس خصوص میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا - غرض میری قطعی رائے ہے کہ تعلیم اگر مفید ہوگی

تو تعلیم کے ساتھ نہیں بلکہ خاص خاص چیدہ لوگوں کی جو تکمیل تعلیم کی زحمت
کا تحمل فراغ تحصیل تک سٹینڈرڈ اور آخر کار کا پنشن لیتے ہیں جولان گریجویٹ
پر ایک بدیہی بات ہے کہ سارے مسلمان نوکری پیشہ نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں
تو جو شخص عام مسلمانوں کی ریفارم کا مدعی ہو کیوں بالخصوص ایک ہی پیشے کے
لوگوں کی اصلاح کے درپے ہو۔ کیا وہ ان لوگوں کو مسلمان نہیں سمجھتا جو
نوکری کے سوائے دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کرتے ہیں

دوسری مکروہ اور نہ صرف مکروہ بلکہ سخت مضر غلط فہمی یہ ہے کہ تعلیم مروجہ حال سے دنیا
اور دین میں جدائی پیدا کی جاتی ہے۔ گورنمنٹ کو تو ایک خاص مجبوری ہے کہ
اس کو چار و ناچار نیوٹرالٹی اختیار کرنی پڑتی ہے کیونکہ اس کو اپنی تمام
رعایا کے ساتھ ایک طرح پر مدارات کرنی ہے۔ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ
سب مذاہب کی حمایت کرے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص مذہب
کی طرفداری کر کے دوسرے مذہب والوں کے دل دکھائے پس اس نے
اصول اذا ابتلی المرء ببلیتین فیختار اھونھما ترجمہ
جب آدمی دو مصیبتوں میں گرفتار ہو تو ان میں بہت آسان کو اختیار کرے
کے مطابق کل مذاہب سے قطع نظر کر لی اور اس کو کرنا چاہئے تھا۔ لیکن
غلطی باضطرار ہو یا باختیار اپنا نتیجہ تو پیدا کر کے رہیگی۔ باوجودیکہ تعلیم
ہنوز محض ابتدائی حالت میں ہے اُس کے بُرے نتائج ابھی سے مرتب
ہونے لگے۔ نیوٹرل تعلیم نے سروں میں بھر دی آزادی۔ خیالات
میں مطلق العنانی۔ دلوں میں حوصلے سے بڑھ کر توقع۔ تحریر میں
شوخی۔ تقریر میں بیباکی۔ ان مجموعی حالات نے حقیقۃً عجیب طرح
کا طوفان بے تمیزی برپا کر دیا۔ گورنمنٹ کو اس سے جو خطرہ ہو سکتا
ہے اس کو وہی لوگ خوب سمجھتے ہونگے جو گورنمنٹ کی ٹرین کے ڈرائیور
ہیں۔ رموز مملکت خویش خسرواں دانند۔ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش
ہم کو تو اپنی سوسائٹی کی خیر منانی ہے سو تعلیم مروجہ کی برکت سے سوسائٹی
کی عمارت کی کوئی اینٹ اپنی جگہ پر نہیں باقی رہی۔ سوسائٹی پر گورن
کرتی ہیں تین چیزیں۔ مذہب۔ گورنمنٹ۔ رسم و رواج۔ اب دیکھنا
چاہئے کہ ان تینوں گورنروں کی حکومت کا کیا حال ہے۔ مذہب جس کو

سب میں شدید الحکومت ہونا چاہئے۔ سو نوجوانان تعلیم یافتہ کو اسی کے ساتھ تمسخر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ منہ سے کہنے والے تو کم ہیں مگر زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور دل میں سمجھنے والے اب بھی زیادہ ہیں کہ مذہب بیش بریں نیست کہ انسان کے ابتدائی جاہلانہ خیالات کی یادگار ہے اور بس۔ چونکہ انکار مذہب پر کوئی ضرر عاجل مترتب نہیں ہوتا کہ تڑسے جان نکل جائے یا اوپر سے آسمان ٹوٹ پڑے یا زمین نگل لے ہر ایک ناعاقبت اندیش آدمی جیسا کفر چاہے بک دے سکتا ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ مبتلائے تکلیف و مصیبت نہیں مگر ایک وقت آنے والا ہے اور آکر رہیگا اور اس کے آنے کا کچھ ٹھکانا نہیں۔

إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۙ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۙ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۙ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۙ

ترجمہ جس وقت جان پہنچے ہانس تک اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا اور یقین ہوگیا کہ اب آیا وقت جدائی کا اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی۔ تیری رب کی طرف ہے اُس دن کھینچے جانا۔ تب ساری حقیقت کھل جائیگی۔ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ترجمہ تو بیخبر رہا اس دن سے اب کھول دیئے ہم نے تجھ سے تیرے اندھیرے اب تیری نگاہ آج تیز ہے۔ خیر میں اس موقع پر مذہب کے متعلق اتنا ہی کہنا چاہتا تھا کہ مذہب کا جو دباؤ سوسائٹی پر تھا کم بخت نیوٹرل تعلیم کے اثر بد کی وجہ سے اُٹھ گیا اور اٹھتا چلا جارہا ہے۔ رہ گئی گورنمنٹ اگرچہ اس کی تحقیر کا اثر فوری ہونا چاہئے کیونکہ وہ حکومت کیا جس میں سیاست نہیں مگر گورنمنٹ ہی اس طرح کی بے دبار واقع ہوئی ہے کہ مجامع اور محافل میں اس کی تفضیح کی جاتی ہے اور ہماری نیک دل گورنمنٹ باوجودیکہ جانتی اور سنتی ہے سب کچھ مطلقاً پروا نہیں کرتی۔ علاوہ بریں گورنمنٹ کو خصوصاً برٹش گورنمنٹ کو نظم سوسائٹی میں دخل تو ہے مگر محدود اور جو وجہ گورنمنٹ کو تعلیم میں نیوٹرل رہنے کی ہے وہی نیٹو سوسائٹی سے اس کی اس قدر

بے تعلقی کی ہے۔ ابھی حال کا مذکور ہے کہ ہندؤوں نے بہتیرا ہی زور مارا کہ کم عمر لڑکیوں کے بیاہوں کو سرکار منع کرے اور بیوہ عورتوں کے دوسرے بیاہ کو جائز ٹھیرائے سرکار نے حامی ہی نہ بھری۔ سوسائٹی کا تیسرا ضابطہ رسم و رواج ہے۔ لیکن جو آزاد خیال نئے تعلیم یافتہ مذہب کے قابو اور گورنمنٹ کے بس کے نہ ہوں رسم و رواج کی بیچارے کیوں ڈرنے لگے تھے۔ غرض نیوٹرل تعلیم نے سارے دباؤ اُٹھا کر سوسائٹی کو بے سرا کر دیا۔ اب نہ اگلے سے ادب قاعدے ہیں۔ نہ پاس و لحاظ ہیں۔ نہ غیرتیں ہیں۔ نہ حمیتیں ہیں۔ نہ مروتیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کا باوا آدم کچھ بدل سا گیا ہے

اس سے زیادہ اور کوئی لغو خیال ہو نہیں سکتا کہ بے انضمام مذہب لوگوں کے اخلاق درست رکھے جا سکتے ہیں یعنی سوسائٹی کی شایستگی کے لیے مذہب کی ضرورت نہیں۔ میرا معتقد تو یہ ہے کہ دنیا میں نیکی اور بدی کا تفرقہ مذہب سے پیدا ہوا لیکن فرض کرو کہ ایسا نہیں بھی ہوتا ہم کسی کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ بدون مذہب کے نیکی ایسی ساقط الاعتبار ہے جیسے بے رجسٹری کی دستاویز۔ مذہب نہیں تو نیکی میں قوت نہیں۔ استحکام نہیں۔ ثبات نہیں۔ خصوص نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر سچ پوچھو تو نیکی نیکی نہیں۔ ایک ظاہر بین آدمی شاید ایسا خیال کر سکتا ہے کہ دنیا میں جو امن قائم ہے حاکموں کے قوانین کی وجہ سے مگر یہ بات ہے فی نفسہ غلط۔ بہت سے جرائم ہیں جو قانون کی گرفت میں آ نہیں سکتے اور ان کا انسداد صرف مذہب کے خوف سے ہوتا ہے۔ ہے کوئی قانون جس نے ارادۂ جرم کو بدون صدور کسی فعل کے جرم قرار دیا ہو۔ قوانین کا سارا انڈکس چھان مارو کہیں ایسے قانون کا پتہ نہ پاؤ گے اور عقل گواہی دیتی ہے کہ اول تو ایسا قانون ہو نہیں سکتا اور ہو تو اُس کی تعمیل امکان سے خارج۔ یہیں سے قوانین دنیا کا نقص ظاہر ہوتا ہے وہ کبھی مذہبی قانون کے بغیر درجۂ تکمیل کو پہنچ نہیں سکتے جو فرماتا ہے وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ترجمہ اور اگر تم ظاہر کرو گے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے حساب لیگا تم سے اللہ اب میں یہ بات کہتا ہوں کہ مذہب انسان کی کانسٹیٹیوشن یعنی اس کی بناوٹ میں داخل ہے۔ انسان ایک وجود ہے جسم و روح سے مرکب۔ جسم

کثیف ہے اور روح لطیف اور چونکہ روح کی حقیقت معلوم نہیں جیسا کہ فرمایا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ترجمہ تو کہ روح ہے میرے رب کے حکم سے یہ بھی معلوم نہیں کہ جسم و روح میں تعلق کس قسم کا ہے بہرکیف انسان کی ساخت جسمانی سب کو معلوم ہے خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ؕ ترجمہ تجکو بنایا پھر تجکو ٹھیک کیا پھر تجکو برابر کیا جس صورت میں چاہا تجکو جوڑ دیا۔ لیکن کبھی آدمی ناقص الخلقت بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے تمہاری گجرات کے شاہ دولہ کے چوہے اور کبھی عوارض کی وجہ سے ساخت جسمانی میں انواع و اقسام کے فتور واقع ہو جاتے ہیں اسی طرح روح انسانی کی بھی ایک خاص ساخت ہے کہ اس میں کتنی قدریں ودیعت رکھی گئی ہیں۔ روحانی ساخت کے نقصانات میں ایک نقصان لا مذہبی بھی ہے مگر خلقی نہیں کیونکہ مذہب داخل فطرت ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ترجمہ تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو۔ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو۔ بات یہ ہے کہ انسان کو ایک خاص طرح کی عقل دی گئی ہے فوق سائر الحیوانات جس کو بصیرت کہتے ہیں بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ترجمہ بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ سوجھ ہے اور پڑا ڈالے اپنے بہانے۔ اس بصیرت کا نمونہ ہے مگر ادنے درجے کا بصارت یعنی بینائی چشم سر۔ اگر انسان آنکھ کو کام میں لائے یعنی دیکھے۔ تو دیکھنا اس کو مثلاً رنگ کی شناخت پر مجبور کریگا۔ اسی طرح اگر آدمی عقل کو کام میں لائے اور سوچے تو اِعمالِ فکر اس کو مجبور کریگا اس بات کے یقین کرنے پر کہ اس عظیم الشّان کارخانۂ دنیا کا ضرور کوئی بنانے والا ہے اور جو چیزیں مرئی اور محسوس ہیں ان میں کوئی نشان اس طرح کی قدرت کا پایا نہیں جاتا قدرت اگر کسی قدریوں ہی سے برا سے نام ہے بھی تو پھر انسان کو ہے کہ یہ مخلوقات عالم میں تصرفات کرتا ہے باایں ہمہ انسان اپنی درماندگی کا خود معترف ہے اور بدون اعتراف کے اس کو چارہ نہیں۔ دوسرے مخلوقات بڑی سے بڑی اور عمدہ سے عمدہ میں قدرت تو درکنار ارادے تک کا فقدان ہے اور یہی ماحصل ہے ابراہیم

علیہ السلام کے استدلال کا۔ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ج
قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ۔
ترجمہ پھر جب اندھیرا کیا اُس پر رات نے۔ دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے
رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجکو خوش نہیں آتے چھپنے والے۔
فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ
يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ٥ ترجمہ
پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا
اگر راہ نہ دے مجکو میرا رب تو بیشک میں رہوں بھکتے لوگوں میں۔
فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَا اَكْبَرُ فَلَمَّا
اَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ٥ ترجمہ
پھر جب دیکھا سورج جھلکتا بولا یہ ہے رب میرا یہ رب سب سے بڑا
پھر جب وہ غائب ہوا بولا اے قوم میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم
شریک کرتے ہو۔ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ ترجمہ میں نے اپنا منہ
کیا اُسی کی طرف جس نے بنائے آسمان و زمین ایک طرف کا ہوکر اور میں نہیں شریک کرنیوالا

ایک غریب خدا پرست کاشتکار کا کھیت موقع پاکر رات کے وقت کچھ
بیل چر گئے کاشتکار کھیت کے کنارے شاید یہ کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا تدبیر
کروں کہ پھر بیل کھیت میں نہ گھسیں۔ ادھر سے ہوکر گذرا اس کا کوئی
جان پہچان لامذہب۔ اس کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی کھڑا ہوگیا اور لگا
باتیں کرنے۔ باتوں باتوں میں اس لامذہب نے کہا خدا ہوتا تو تمہارا
کھیت ہرگز نہ کھایا جاتا۔ کاشتکار بولا کھیت کا کھایا جانا خدا کے ہونے
کی دلیل ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی چیز دنیا میں باختیار خود متصرف
نہیں۔ قوت تصرف اس نے اپنے میں آپ نہیں پیدا کر لی

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ جس نے اپنے کو پہچانا تو جانو
کہ اپنے پروردگار کو پہچانا یہی بات ہے گو طرز ادا سے مطلب دوسرا ہے۔
دوسروں سے استشہاد کی کیا ضرورت ہے خدا تعالے خود فرماتا ہے۔
وَفِي الْاَرْضِ اٰيَاتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ٥ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا

تُبْصِرُوْنَ ۝ ترجمہ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو
اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوجھ نہیں
دوسری جگہ فرمایا کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝
ترجمہ اور ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ۔ اسی طرح
سعدی علیہ الرحمہ نے منظوم کیا

دوست نزدیک تر از من بمن است — وین عجب تر کہ من از وے دورم
چکنم باکہ توان گفت کہ او — در کنار من و من مہجورم

ایک ریختہ گو کہتا ہے ؎ دل کے آئینے میں ہے تصویر یار۔ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی
الغرض انسان جب تک انسان ہے خدا کے ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔
یہ مذہب کا پہلا سٹیپ ہوا۔ اب اور آگے بڑھو تو جس عقل کے زور سے
ہم نے جانا کہ خدا ہے اسی عقل کے زور سے یہ بھی جانا کہ وہ تمام
صفات کمالیہ کا جامع ۔ تمام عیوب اور نقصانات سے پاک اور منزہ
اور اسی لئے ایک اکیلا ہے وحدہٗ لاشریک لہٗ۔ نہ اسکو اعوان و انصار
کی حاجت۔ نہ یار و مددگار کی ضرورت ۔ سب کچھ جانتا ہے اَلَا يَعْلَمُ
مَنْ خَلَقَ ترجمہ بھلا وہ نہ جانے جس نے بنایا۔ اور جو چاہے کر سکتا ہے
اِنَّہٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ترجمہ وہ تو سب چیز کر سکتا ہے۔ دنیا کا
کارخانہ جس انتظام سے چل رہا ہے یہ انتظام دلالت کرتا ہے کہ وہ ایک
صرف ایک ارادے کا محکوم ہے۔ یہ عمارت کہہ رہی ہے کہ ڈرائن سے لیکر
ایک انجنیر کے سوائے دوسرے کا اس میں دخل نہیں۔ یہ ہیں معنی کو کَانَ
فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ لَفَسَدَتَا کے ترجمہ اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم
سوائے اللہ کے تو دونو خراب ہوتے۔ پھر انسان کی جبلت یہ بھی ہے کہ اگر وہ طبیعت
کا شریف ہے تو محسن کا احسان ماننا اور اس کا شکر گزار ہوتا۔ یہ ہے ماخذ عبادت کا
عبادت سے ہم خدا کی کوئی خدمت نہیں کرتے اور نہ اس کو ہماری خدمت
کی کچھ پرواہ ہے۔ بلکہ عبادت سے صرف ہماری شرافت طبیعت ظاہر ہوتی
ہے اور اسی اعتبار سے وہ ہمارا فرض انسانیت ہے۔ دنیا میں انسان
پر اس کے ابنائے جنس کے بھی احسانات ہوتے ہیں لیکن اگر خیال کرو تو
خدا کے احسانات کا کچھ شمار نہیں۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ج وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ج وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط ترجمہ اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین اور اُتارا آسمان سے پانی پھر اس سے نکالی روزی تمہاری میوے ۔ اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے ۔ اور کام میں دیں تمہارے ندیاں اور کام میں لگائے تمہارے سورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمہارے رات اور دن اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو

اور یہی سبب ہے کہ خدا تعالے ہماری سب سے بڑی شکر گذاری کا مستحق ہے جس کا دوسرا نام عبادت ہے تو جس طرح عقل گواہی دیتی ہے کہ ذات اور صفات میں خدا کا کوئی شریک نہیں اسی طرح عقل یہ بھی گواہی دیتی ہے کہ خدا کے سوا کسی کو شریک فی العبادت کرنا پرلے درجے کی احسان ناشناسی ہے جس کو اصطلاح شرع میں کفر کہتے ہیں یعنی کفران نعمت ۔ ذرا اس بات کو خیال کرتے جانا کہ ابھی تک میں عقل کی رہنمائی سے دین کے راستے کو چلا جا رہا ہوں ۔ میں نے اس سے پہلے بصیرت اور بصارت دونوں میں ایک طرح کی مماثلت کا ہونا بیان کیا تھا ۔ بصارت سے ہم چیزوں کے رنگ ۔ انکی شکلیں اور ان کے مواقع معلوم کرتے ہیں اور اسی سبب سے بینائی ایک بڑی بکار آمد قوت ہے مگر اس میں نقص بھی ہے کثیف چیزوں میں نفوذ نہیں کرتی یعنی مثلاً دیوار کے پیچھے نگاہ کام نہیں دیتی اور یوں بھی اسکی رسائی کی ایک حد ہے علم مناظر میں قوت باصرہ کے اور بھی نقصانات کی صراحت ہے جیسے دور کی چیزوں کا چھوٹا دکھائی دینا ۔ اگر دیکھنے والا خود متحرک ہے تو اس کا ساکن چیزوں کو متحرک دیکھنا ۔ اسکو ریل کے بیٹھنے والوں سے پوچھ دیکھو یا اس سے جس کو کبھی تیز رو کشتی میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو ۔ شفاف پانی کی تہ میں کسی چیز کا پھیلا ہوا نظر آنا ۔ قوس قزح کی رنگ آمیزی اور ان کے سوا اور بہت سی باتیں ہیں

جسکا بیان کرنا بے محل سا ہے۔ غرض بینائی نقصان و فتور سے بری نہیں بعینہ یہی حال ہے عقل کا۔ بہت باتیں عقل کی گرفت سے باہر ہیں ؎ نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن۔ کہ جاہا سپر باید انداختن ٭ معلوم ہے کہ مقناطیسی سوئی کا ایک سرا شمال کی طرف رہتا ہے مگر نہیں معلوم کیوں اور یہی حال ہے کل اسباب و علل کا۔ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے بلکہ تمام مادیات میں کشش ثقل و اتصال کا ہونا معلوم ہے مگر نہیں معلوم کیوں۔ روح و جسم کا مذکور میں شروع میں کر چکا ہوں معلوم ہے کہ روح نہ عین جسم ہے نہ جزو جسم ہے نہ اس میں اس طور حلول کئے ہے جیسے ظرف میں مظروف۔ نہ روح و جسم میں عرض و جوہر کا سا تعلق ہے۔ پھر روح کیا ہے اور اس کو جسم کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے کسی کو خبر نہیں۔ میں اس دنیا کے سینکڑوں عقیدے گنوا سکتا ہوں جن کو ناخن عقل نہیں حل کر سکتا سچ پوچھو تو ساری دنیا ہی طلسم حیرت ہے۔ مٹی ایک جماد چیز ہے اس کا نباتیت پھر حیوانیت پھر انسانیت کے مدارج پر ترقی کرنا نہ انسان کی فہم میں آیا ہے اور نہ کبھی آسکتا ہے۔ تو کیا دین میں کسی بات کا خلاف عقل نہیں بلکہ عقل سے خارج یعنی اس کی رسائی سے بالاتر فزوں تر ہونا کچھ تعجب ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دین میں بدرجۂ اولےٰ ایسی باتیں ہونی چاہئیں جن میں مساغ عقل نہ ہو کیونکہ دین کا مدار ہے اس پر کہ انسان موت سے معدوم نہیں ہوتا۔ موت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ روح و جسم کا تعلق چھوٹ جاتا ہے اجزائے جسمانی متلاشی و متفرق ہو کر اپنے اپنے ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔ وَمِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ۔ ترجمہ اسی زمین سے ہم نے تمکو بنایا اور اسی میں تم کو پھر ڈالتے ہیں اور اسی سے نکالینگے تم کو دوسری بار۔ انگریزی سننے کا شوق ہو تو ایش ٹو ایش اینڈ ڈسٹ ٹو ڈسٹ۔ رہی روح وہ جب جسم میں تھی اور اس کے تصرفات ظاہر ہوتے تھے تب بھی اسکی حقیقت ہم کو معلوم نہ تھی بعد مرگ تو رہی سہی اور بھی روپوش ہو گئی کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔ با ایں ہمہ چند در چند قرائن ہیں جن سے یقین کیا جا سکتا ہے کہ روح کو فنا نہیں۔ **اول** تو جب ہم سرے سے روح کی حقیقت سے بیخبر ٹھیرے تو ہم کو اس پر فنا کا حکم لگانے کا کوئی حق نہیں۔ ثانیاً اگرچہ روح جسمانی رنجوں اور تکلیفوں سے بحالت حیات متاذی تو ہوتی تھی۔ موت بڑی سے بڑی جسمانی

تکلیف سہی اور روح کا اس سے متاذی ہونا قرین قیاس ہے مگر موت کا ادنیٰ اثر جسم پر تھا اس کا تو منتشر کر دینے کے سوا ے اور کچھ نہ کر سکی - روح جس پر موت کا اثر ثانوی ہے کیوں معدوم ہو جانے لگی تھی - عجب نہیں موت نے روح پر اتنا ہی اثر کیا ہوا ور بس کہ اس کو جسم سے بے تعلق اور بے دخل کر دیا

ثالثاً دانشمند سے دانشمند اور احمق سے احمق - عالم سے عالم اور جاہل سے جاہل مہذب و نا مہذب - سولائزڈ اور وحشی ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگ یعنی دنیا کے آدمی قریب کل کے بقاے روح کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں - ہم کو اس سے بحث نہیں کہ یہ خیال دنیا میں کہاں سے آیا اور کیونکر اتنے لوگوں نے اس کو قبول کر لیا مگر اس میں شک نہیں کہ عموماً لوگ اس کے قائل ہیں اور جن کو انکار ہے اگر سچے دل سے ہے بھی تو اس عقیدے کے لوگ اس قدر کم ہیں کہ جم غفیر عالم کے مقابلے میں گویا کہ نہیں - دین تو خیر ہے ہی میں کہتا ہوں کہ انتظام دنیا بھی اسی خیال پر مبنی ہے - میں نے شروع میں کہا تھا کہ بہت سے جرائم کا انسداد صرف مذہب سے ہوتا ہے سو مذہب سے اُس محل پر میری مراد تھی یہی عقیدۂ بقاے روح یعنی لوگ اس وجہ سے مرتکب جرائم نہیں ہوتے کہ جانتے ہیں مرے پیچھے کیے کی سزا بھگتنی پڑیگی - ایک انگریزی کی کتاب میں بہت سے نامی مجرموں کے حالات لکھے ہیں جنھوں نے مرتے وقت خوف عاقبت سے اپنے جرموں کا اقرار کیا اور ہر جگہ اور ہر زمانے میں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں پس یا تو ساری دنیا کو بر سر غلط مانو یا دوسروں کی طرح بقاے روح کے قائل ہو - ہو نہ ہو یہ عقیدہ داخل فطرت انسانی ہے کہ ملہم غیب نے ہر ایک کے دل میں ڈال دیا ہے - کون ہے جس کو اولاد سے - خیر جاری سے یا کسی دوسرے پیرائے سے دُنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جانے کی خواہش نہیں - اس خواہش میں بھی مضمر ہے وہی بقاے روح کا خیال کیونکہ اگر آدمی مرنے سے معدوم محض ہو جاتا تو دنیا میں یادگار رہنے سے اسکو کیا مفاد تھا

رابعًا انتظام دُنیا اگرچہ فی نفسہ نہایت مکمل ہے اور کیوں نہ ہو ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ترجمہ یہ اندازہ ہے تیرے اُس زبردست باخبر کا - مگر پھر بھی ناتمام سا معلوم ہوتا ہے جیسے جملۂ اسمیہ کہ مبتدا ہے تو خبر نہیں یا جملہ شرطیہ کہ شرط ہے تو جزا نہیں - یا جیسے دامان کوہ میں ایک سڑک جو ایک گھاٹی تک منتہی ہوتی ہے اور اس کو دیکھ کر خود بخود خیال ہوتا ہے کہ ضرور

یہ سڑک پہاڑ کی دوسری طرف جانے کے لئے بنائی گئی ہے اسی طرح انسان کو
اتنی ساری عقل کا دیا جانا جو اس چند روزہ دُنیاوی زندگی کی ضرورت سے
یقیناً بہت زیادہ ہے ضرور کوئی اور بڑا مطلب رکھتا ہے أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ
عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝ ترجمہ سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ
ہم نے تم کو بنایا کھیلنے کو اور تم ہمارے پاس پھر نہ آؤگے وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ
وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ ۝ ترجمہ اور ہم نے نہیں بنایا آسمان
اور زمین اور جو اُن کے بیچ ہے کھیلتے۔ لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنَاهُ
مِنْ لَّدُنَّا ۝ إِنْ كُنَّا فَاعِلِينَ ۝ ترجمہ اگر ہم چاہتے کہ بنا لیں کچھ کھلونا
تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر ہم کو کرنا ہوتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک فعل
ایک لازمی نتیجہ رکھتا ہے۔ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ وَلَنْ تَجِدَ
لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ۝ ترجمہ سو تو نہ پاویگا اللہ کا دستور بدلتا اور
نہ پاویگا اللہ کا دستور ٹلتا۔ جیسے شراب خواری کا ضروری نتیجہ ہے خواری
بدکرداری۔ افلاس جسمانی امراض اور آخر کار ہلاکت قبل الموت۔ نا اتفاقی
کا ضروری نتیجہ ہے ضعف۔ جھوٹ کا ضروری نتیجہ ہے بے اعتباری وقس علے ہذا۔
تو جب کبھی ہم کسی فعل پر اس کے نتیجے کو دنیا میں مترتب ہوتا نہ پائیں اُسی سے ہم
سمجھ لینگے کہ حیات دنیا پر ہماری ہستی کا خاتمہ نہیں ہو گیا۔ یہ ہیں چند باتیں یا اسی
طرح کی اور چند باتیں جو بعد مرگ کی حالت کی نسبت ہم عقل سے سمجھ سکتے ہیں مگر منظر
پھر بھی دھندلا ہی رہتا ہے۔ خوب تسلی نہیں ہوتی کہ کیا ہوگا اور کیونکر ہے حالِ عدم
نہ کچھ کھلا گزرے ہے رفتگاں پہ کیا۔ کوئی حقیقت آنکر کہتا نہیں بری بھلی

یہاں سے ثابت ہوئی ضرورت رسالت کی۔ بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ چند سال
کی زندگانی کے لئے تو خدا ہماری چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لئے سامان کرے۔
سر کھجانے کے لئے ہم کو ناخن دے۔ غذا کے چبانے کے لئے دانت۔ اور ان میں
بھی یہ تفریق کہ پیسنے کے لئے ڈاڑھیں اور کاٹنے کے لئے دانت۔ نوچنے کو کچلیاں

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

اور حیات ابدی جیسی بڑی ضرورت میں جو ابد الآباد کے لئے ہمارے سر پر لادی
جائیگی ہمکو اتنا بھی سہارا نہ لگائے کہ ایک ذرا جھلکی تو دیکھ لینے دے۔
جہاں تک خدا کے کارخانے سے ہم نے خدا کو جانا اور جان سکتے ہیں ایسی بے رحمی

انسان کو ایسے ویدبیے کی حالت میں چھوڑ دینا۔ اسکو ترسانا۔ پریشان رکھنا۔ خدا کی شان رحیمی سے بالکل بعید ہے تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا

یوں خدائے کریم ورحیم نے انسان کو اسی کی عقل نارسا اور فہم قاصر کے بھروسے پر نہ چھوڑکر پیغمبروں کے ذریعے سے صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ جہاں تک وہ اس ہستی میں سمجھ سکتا تھا بتایا اور سمجھایا کہ اس کو مرنے کے پیچھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کس حالت میں رہنا ہے اور اس ابدی زندگی کے لئے اس کو دنیا میں کیا طیاری کرنی چاہئے ہم نے پیغمبروں ہی کے کہنے سے جانا کہ ہماری اس ہستی موجودہ کو آگے آنے والی ہستی میں بہت بڑا دخل ہے یہ خواب ہے اور وہ اس کی تعبیر۔ یہ جوتنے بونے کا وقت ہے اور وہ کاٹنے اور گاہنے کا۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ دنیا آخرۃ کی کھیتی ہے۔ میرے اس بیان سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ مذہب میں عقل کی رسائی کہاں تک ہے اور کہاں پہنچکر عقل جبرئیل کی ہمزبان ہو جاتی ہے ؎ اگر یکسر موے برتر پرم - فروغ تجلی بسوزد پرم

افراط وتفریط کے دونو پہلو ہر بات میں مذموم ہوتے ہیں جس طرح یہ کہنا غلط ہے کہ مذہب نقل یعنی خدا ورسولؐ کا فرمودہ ہے اور نقل کو عقل سے کچھ سروکار نہیں اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ہم کو نقل کی حاجت نہیں اور بزور عقل ہم سب کچھ دریافت کرسکتے ہیں یہاں تک کہ حالات بعد مرگ بھی۔ جتنی قوتیں انسان کو عطا ہوئی ہیں جسمانی اور دماغی سب بمنزلہ آلات ہیں جیسے مثلاً تیشہ نجار۔ ممکن ہے کہ نجار کبھی اس تیشے سے اپنے ہاتھ پاؤں زخمی کرے لیکن اسی کا قصور ہوگا نہ تیشے کا۔ انسان بھی اپنی قوتوں کو بری اور بھلی دونو طرح استعمال میں لا سکتا۔ ان کو معطل رکھ سکتا۔ ان سے فوق الطاقت کام لے سکتا۔ لیکن اگر وہ کسی قوت کو بری طرح استعمال کرے تو خود وہی ملزم ہے نہ قوت اور نہ جس نے قوت دی وہ۔ پس ہر ایک قوت کے استعمال میں انسان کو اعتدال ملحوظ رکھنا ہے خاص کر معاملات مذہبی میں عقل کو کام میں لاتے وقت۔ مذہب کے اعتبار سے بھی اس کو عقل کا دیا جانا تو ضرور تھا۔ وہ عقل ہی کی وجہ سے مکلف ہوا۔ دنیا اور دین دونو میں جتنی خوبیاں ہیں

متفرع ہیں عقل پر اور جتنی خرابیاں ہیں وہ بھی متفرع ہیں اسی عقل پر۔ یوں سمجھو کہ انسان فی حد ذاتہ ایک کمانڈر ہے اور قوائے مختلفہ افواج ہیں اس کے ماتحت زیر فرمان یہ فوجیں ایک طرح کی نہیں جیسے انگریزی فوج میں پوربیئے۔ مدراسی یا تلنگے۔ مرہٹے۔ گورکھے۔ سکھ۔ بلوچ۔ اطراف کابل کے پٹھان۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ سب قسم کے سپاہی ایک ہی لکڑی سے ہانکے جاتے ہیں۔ نہیں نہیں شاید ایک پوربیہ یا مدراسی بید کی چھڑی سے تو بلوچ اور افغان آران راڈ سے۔ غرض جو قوی تر وہی عسیر الانقیاد۔ تمام قوائے انسانی میں عقل ہی سب سے زیادہ زبردست ہے اور اس پر گورن کرنا بہت ہی احتیاط کا کام ہے یہ جو اختلاف مذاہب دیکھتے ہو یہ آگ بھی انہی حضرت عقل کی لگائی ہوئی۔ جس میں چنگاری ڈال بھالو دور کھڑی۔ میں دیکھتا ہوں تو ہمارے وقت کے نوجوانان تعلیم یافتہ استعمال عقل کے بارے میں صلاح اور اصلاح دونوں کے سخت محتاج ہیں۔ ان کو امور مذہبی میں غور و خوض کرنے کی نہ فرصت ہے نہ مہلت نہ لیاقت نہ معلومات اور طرہ یہ ہے کہ طلب بھی نہیں اور طلب ہو تو کہاں سے ہو گھر میں چرچا نہیں بزرگوں کی تاکید نہیں یار دوستوں میں ترغیب نہیں رہا اپنے دل کا تقاضا ایسی عمر نہیں گیند بلا کرکٹ وغیرہ جہاں اور کھیل ہیں وہاں بار یشش بابا ہم بازی ایک مذہب بھی سہی۔ اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو خستہ خراب غافل کاہل جاہل مفلس محتاج گویا ذلت و خواری لوازم اسلام سے ہے کیا عرب کیا عجم کیا روم کیا مصر کیا افریقہ سب کے سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے۔ جدھر دیکھو تنزل و انحطاط۔ جہاں سنو نکبت و ادبار۔ ان میں سے فرادی فرادی ایک ایک کیفیت تو عمر آدمی کے عقیدے کے متزلزل کر دینے کو کافی ہے نہ کہ مجموعہ۔ دنیا اور دین میں نقد و نسیہ کی نسبت ہے۔ ہم لوگ ایسے کماؤ نقد کو تو کھو بیٹھے نسیہ کی جو ہم سے امید رکھے وہ سوا احمقوں کا ایک احمق۔ لیکن کیا کیا جائے دل نہیں مانتا چار و ناچار کہنا ہی پڑتا ہے۔ افسوس تو دنیا کا بھی کیوں نہیں۔ لیکن دنیا فانی چند روزہ آنی جانی چیز ہے۔ بری طرح بھی گزر جاتی ہے اور بھلی طرح بھی گزر جاتی ہے اور آخر گزر ہی جاتی ہے بڑا خیال تو دین کا ہے۔ غم دیں خور کہ غم غم دین است۔ ہمہ غمہا فرو تر از ین ست خدانخواستہ یہ نعمت جاتی رہی تو پھر کہیں کے نہ رہے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ

ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ ترجمہ گنوائی دنیا اور آخرت یہی ہے ٹوٹا صریح۔ اور اس کے جانے کو کونسے چھکڑے چاہئیں۔ دین کا تو ایسا نازک معاملہ ہے کہ ایک خیال سے اور ایک مقال سے آدمی راندہ جاتا ہے۔ وہ تو بڑے شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ اگرچہ مذہبًا عیسائی ہے۔ مگر عملاً اسکا کوئی مذہب نہیں یا یوں کہو کہ اس کا مذہب صلح کل ہے۔ جیسے بدین خود موسے بدین خود۔ پس اسلام کو جو کچھ خطر ہے نزدیکان بے بصر سے ہے۔ جو مسلمان کہلاتے اور اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہیں یہی وہ لوگ ہیں جو مخالفین کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر کر صراط مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ ورنہ اسلام کے اصول ایسے سیدھے اور صاف اور سچے اور سلیس اور عام فہم ہیں کہ ان پر کامیابی کے ساتھ کوئی حملہ ہو نہیں سکتا۔ مجھکو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ اباً عن جدٍ موروثی مسلمان ہوں اور اپنے نسب نامے میں انقراض سلطنت دہلی تک بلا فصل مشائخ اور مفتی اور علما کے نام پاتا ہوں میں نے بزرگوں میں سے اوائل عمر میں صرف اپنے والد کو دیکھا اور جہانتک میرا حافظہ مساعدت کرتا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ نہ صرف نام کے مولوی تھے۔ بلکہ بڑے پکے دین دار۔ یہ روئداد چاہتی ہے۔ کہ میرا اسلام تقلیدی ہو۔ مگر خدا کے فضل سے ایسا نہیں ہے۔ مجھکو اتفاق سے ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے مدتوں مجھکو مذہبی چھان بین میں غلطان پیچان رکھا۔ یہانتک کہ آخرکار اسلام کی حقانیت کامل طور پر میرے ذہن میں ایسی بیٹھ گئی جیسی پتھر کی لکیر وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ ترجمہ اے رب ہمارے دل نہ پھیر ہمارے جب ہم کو ہدایت دے چکا اور دے ہم کو اپنے ہاں سے مہربانی بیشک تو ہی ہے بہت دینے والا

مجھکو ٹھیک سنہ یاد نہیں مگر ۱۸۵۵ء کے لگ بھگ کا مذکور ہے کہ ہمارے دہلی کالج اور ینٹل کلاسز کی ریاضی کے اُستاد ماسٹر رام چندر صاحب اصطباغ لینے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ ماسٹر صاحب او بدا کر کیا ٹیچر کیا سٹوڈنٹ سب کے ساتھ مذہبی چھیڑ چھاڑ کرنے لگے مذہبی مناظرے کی وہ پہلی بھنک تھی جو میرے کان میں پڑی اگرچہ میں عربی کی جماعت اول میں تھا اور فقہ کی مشہور کتاب فتاوے درمختار ہمارے کورس میں تھی۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ ماسٹر ہم لوگوں کو بند کر دیتے تھے۔ مجھکو ماسٹر صاحب کے ساتھ ایک خصوصیت

بھی تھی اور اکثر اُن کے مکان پر بھی جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ماسٹر نے تو مجھکو
گمراہ کر ہی دیا ہوتا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۙ
وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝ ترجمہ تُو تو لگا تھا
کہ مجھکو گڑھے میں ڈالے اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل تو میں بھی ہوتا
اُن میں جو پکڑے آئے۔ مگر مجھکو ادب عربی کا تھا شوق بہت۔ میں قرآن
کی عبارت پر لٹو تھا اس تریاق نے مجھکو اُس زہر سے بچایا۔ یہاں تک کہ
کالج سے میں اپنا ایمان سلامت لے کے نکل گیا۔ مگر کیسا ایمان متزلزل۔
متشکی۔ ضعیف مضمحل۔ پھر میں نے علم کلام کی کتابیں دیکھنی شروع کیں
موافق و مخالف دونو۔ ماسٹر نے مجھکو عیسائی بنانا چاہا اور علم کلام نے
سرے سے لامذہب۔ مناظرے کا ایک اکثری اور مشہور قاعدہ ہے معارضہ
بالمثل جس کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص دوسرے سے کہے تمہاری آنکھ میں ناخنہ
ہے اور دوسرا کہے تمہاری میں ٹینٹ۔ اِس طریقے سے ممکن ہے کہ بعض
صورتوں میں معترض بند ہو جائے لیکن غیر آدمی جو تحقیق حق چاہتا ہے دونو
سے بدظن ہو جاتا ہے۔ کہ دونو میں کوئی بھی نقصان سے خالی نہیں۔ اس سے
کہ معترض کی آنکھ میں ٹینٹ ہے ہماری آنکھ کے ناخنے کا عیب زائل نہیں
ہو سکتا غایۃ ما فی الباب ناخنہ اخف وا ہون ہے بمقابلہ ٹینٹ کے۔ لیکن جس کی
آنکھ صحیح و سالم ہے۔ وہ دونو کو عیب دار سمجھیگا۔ ناخنے والے کو کم۔ ٹینٹ والے
کو زیادہ۔ اس طرح پر برسوں میرے شکوک کا یہ حال رہا سے مرض بڑھتا گیا جوں
جوں دوا کی ٭ با ایں ہمہ جب سے میں قرآن کے سمجھنے پر قادر ہوا اس کے
استحسان میں کبھی ایک لمحے کے لئے بھی کمی نہیں ہوئی۔ اور اس نے مجھے وہ
کام دیا جو عصا کام دیتی ہے ایک بڈھے مرتعش کو۔ میں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر
خیال کیا کہ میں بڑے بڑے نامی گرامی آدمیوں کی نظم و نثر دونو طرح کے کلام پڑھتا
ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے مخضرمین کے۔ اسلام کے بعد کے اور خود اس شخص کے جس کے
منہ سے الفاظ قرآنی نکلے اور اس کے دوسرے مجلدات مقالات احادیث میں منضبط
ہیں۔ مواعظ ہیں خطبات ہیں قصص و حکایات ہیں مراسلات ہیں۔ یہ بات کیا ہے کہ
قرآن کی عبارت کو کوئی نہیں پاتا۔ دوسرے آدمی اس طرز پر قادر نہیں ہوں تو خیر۔ مگر

ایک ہی قائل کیونکر دو مختلف طرزوں میں اور مختلف بھی اس درجے کے کہ زمین و آسمان
کا تفاوت۔ کلام کرنے کی قدرت پا سکتا ہے یہ تو عادتاً محال ہے تمہارے سمجھانے کے لئے
کہتا ہوں کہ مثلاً ہندی شعراء میں سے زیادہ نہیں میر تقی۔ انشاء اللہ خان۔ سودا
تین شاعروں کو لو ہر ایک کا طرز جداگانہ ہے اور جو سخن فہم ہیں مضمون اور بندش سے
پہچان لیتے ہیں کہ ان تین میں سے کس کا شعر ہے۔ میں شاعر نہیں ہوں مگر اتنی
اٹکل مجھکو بھی ہے کہ اگر کوئی شعر میرے روبرو پڑھا جاوے تو غالب ہے کہ
اُس کے قائل کی تعیین میں غلطی نہ کروں۔ میں جانتا ہوں کہ میر صاحب
کے مضامین حسرت آلودہ ہوتے ہیں اور زبان نہایت درجہ شستہ اور سلیس
یہ بات خاص میر صاحب ہی میں دیکھی گئی کہ ضرورت شعری کی وجہ سے
لفظ کا دب کر نکلنا بھی جائز نہیں رکھتے۔ انشاء اللہ خاں پھکڑ ہیں بیان میں شوخ
سودا ہر قسم کے مضامین پر قادر ہیں بندش بھی ان کی مضبوط ہوتی ہے متاخرین میں مثلاً
غالب اور ذوق میں تمیز کرنا کیا مشکل ہے بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ترجمہ ان میں
ہے ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے۔ غرض ہر ایک کی اپنی اپنی طرز ہے جب دوسرے کی
طرز اختیار کرتا ہے گرتا ہے۔ مجھکو خود ایسا اتفاق ہوا ہے کہ بضرورت کسی اخبار میں کوئی مضمون
دیا اپنے نام سے نہیں مگر تاڑنے والے تاڑ گئے۔ تو مجھکو بڑی حیرت یہی پیش آئی کہ
پیغمبر صاحب نے دو طرح کے کلام پر کیونکر قدرت پائی۔ آخر یہ عقدہ میں نے اس
طرح پر حل کیا کہ پیغمبر صاحب کا اپنا طرز تو وہی تھا جو احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ رہا
قرآن ان کا کلام ضرور تھا کیونکہ ان کے منہ سے ادا ہوتا تھا مگر نزول وحی کے اوقات
خاص میں جب کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتے تھے۔ وحی بھی ایک اسرار الٰہی میں سے
ہے لیکن اس قدر معلوم ہے کہ کبھی جبرئیل حامل وحی انسان کی شکل میں متشکل
ہو کر پیام خدا پہنچا جاتے تھے۔ کبھی خواب کے پیرائے میں وحی آتی تھی مگر اکثر
گھنٹے کی سی جھنکار سن پڑتی تھی اور پیغمبر صاحب فرماتے تھے کہ اس طرح کی وحی
مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے آپ کا رنگ فق اور جسم ایسا بوجھل ہو جاتا تھا کہ ایک بار
آپ اپنی اونٹنی عضباء پر سوار تھے کہ وحی آئی۔ اونٹنی مارے بوجھ کے بیٹھ گئی۔
کڑکڑاتے جاڑے میں نزول وحی کے وقت آپ پسینے پسینے ہو جاتے اس سے شاید
کسی عیسائی مصنف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انکو صرع کی بیماری تھی
اس تشخیص سے غرض یہ ہے کہ اُن کا دماغ صحیح نہ تھا اور اسی وجہ دعوے نبوت کر بیٹھے

مگر یہ کوئی نیا اعتراض نہیں - کافروں کے ترکش میں کوئی تیر نہ تھا جو پیغمبر صاحب پر نہ چلا ہو - جھوٹا مفتری کہدینا تو خیر معمولی بات تھی - کہتے تھے اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ترجمہ اسکو تو سکھاتا ہے آدمی - اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ ترجمہ نقلیں ہیں اگلوں کی جنکو اُس نے لکھ لیا ہے سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اُس پاس صبح و شام - اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ ترجمہ کیا ہم چھوڑ دینگے اپنے ٹھاکروں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے سے - اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۝ ترجمہ کیا بنا لایا ہے اللہ پر جھوٹ یا اسکو سودا ہے

ان اعتراضوں میں سے کوئی اعتراض پیغمبر صاحب پر جمتا ہی نہ تھا اور چونکہ نری بے تکی بونگی بے جوڑ ہانکتے تھے پیغمبر صاحب کو ایسے بودے بے تکے اعتراضات سے اور تقویت پہنچتی تھی پیغمبر صاحب کا حال یہ تھا کہ دعوے نبوت سے پہلے یہاں تک اُنکی صداقت مسلّم تھی کہ امین آپکا لقب تھا - ایک بار آپنے نفیر پکار کر سب کو جمع کیا اور کہا کہ بھلا سنو تو اگر میں تم سے کہوں کہ دشمن اس پہاڑ کی آڑ میں گھات لگائے پڑے ہیں کہ موقع پا کر تم پر حملہ کریں تو تم میرے کہے کو سچ مانو یا نہ مانو سب بولے ضرور - بھلا تم اور جھوٹ - بہکاؤگے - تب آپنے فرمایا اِنِّیْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ ترجمہ میں تو ایک ڈرانے والا ہوں تمکو ایک بڑی آفت کے آگے آگے سے - اس پر ابولہب بولا تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا دَعَوْتَنَا ۝ ترجمہ تجکو خدا کی مار کیا اسی لئے تو نے ہم کو بلایا - اسی کے جواب میں سورہ تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ نازل ہوئی - اس بات کے لئے تاریخی شہادت موجود ہے کہ سفر اور حضر رنج اور خوشی اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر حالت میں آپ کو خدا کی یاد گاری تھی اور ہمہ وقت عظمت الٰہی نصب العین - موٹی سے موٹی اور بھدی سے بھدی سمجھ بھی تجویز کر نہیں سکتی - کہ ایسا شخص جس نے راستی کو ہی کا سکہ بٹھا کر امین کا خطاب حاصل کیا ہو سب باتوں میں تو سچ بولے اور ایک بات میں جھوٹ بولے اور جھوٹ بھی بولے تو خدا پر اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتا جائے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ

تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ج وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ط لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ترجمہ اور اُس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجکو وحی آئی اور اسکو وحی کچھ نہ آئے اور جو کہے میں اُتارتا ہوں برابر اُس کے جو اللہ نے اُتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان آج تمکو جزا ملیگی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹ باتیں اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے - اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ اُن کا تم میں ساجھا ہے - ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے -

یہ اس غضب کی باتیں ہیں کہ ہمارے زمانے میں کوئی نالائق سے نالائق پچھے سے پچا آدمی جس کو دو آنے دینے پر جھوٹی گواہی دینے میں مطلق باک نہ ہو اگر قسم دیتے وقت اسکو یہ باتیں یاد دلائی جائیں تو غالب ہے کہ تھرّا اُٹھے پس ایک نیک نہاد راست گو راست باز خدا ترس شخص کی نسبت ایسا بیہودہ خیال کرنا پرلے درجے کی بے انصافی نہیں تو کیا ہے - پھر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو کسی غرض - کسی مطلب سے - سنّی شیعوں کو کہنے دو جو ان کا جی چاہے سچ تو یہ ہے کہ پیغمبر صاحب نے اپنی جانشینی کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا اور کیا ہوتا تو خلافت کے بارے میں اختلاف ہی کیوں واقع ہوتے - جو شخص عرب جیسے سخت لوگوں کے دلوں کو یہاں تک مسخر کرلے کہ بتوں کی پرستش - بھائی سے بھائی - جورو سے خصم - باپ سے بیٹے - لوگوں سے آرام اور عیش اور وطن اور کینے اور غصے سب کچھ چھڑوا دے کیا اسکو اتنی قدرت نہ تھی کہ اپنی جانشینی کو تسلیم کرا دیتا مگر یوں کہو کہ پیغمبر صاحب کو اس سے کچھ مطلب ہی نہ تھا بعض اوقات خاص خاص لوگوں کے ساتھ کسی وجہ سے خصوصیت کی سی باتیں کیں اب انکی تاویل جانشینی سے کر لو تو تمہاری خوشی - حضرت پیغمبر صاحب بلکہ تمام خاندان

بنوت نے جس زہد کے ساتھ زندگی بسر کی سب کو معلوم ہے پس بفرض محال
پیغمبر صاحب نے نبوت کا غلط دعوے کیا ہوتا تو دنیاوی جاہ و ثروت کی طمع
ہے۔ سو اس کا یہ حال کہ نہ خود متمتع ہوئے اور نہ اپنے عزیزوں میں سے کسی کو
متمتع ہونے دیا اور نہ کسی جانشین کو نامزد کیا۔ حب جاہ کا کیا اچھا ثبوت ہے
یہ ہے حقیقت تہمت دروغ گوئی کی جو نہ دھری جائے نہ اُٹھائی جائے
اب دیکھنا چاہئے کہ اِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ کا تیر تُکّا یا وہ بھی تُکّا اور تُکّا
بھی اٹکل پچو۔ عرب میں جو فصیح و بلیغ تھے تمام ملک میں مشہور تھے
ان کے قصائد میلوں اور موسم حج اور بازاروں میں پڑھے اور دروازہ
خانۂ کعبہ پر لٹکائے جاتے تھے اور اسی غرض سے وہ لوگ قصیدے کہتے ہی
تھے اور انکی کیا تخصیص ہے کسی زمانے میں کبھی کوئی فصیح بلیغ ایسا نہیں گذرا
جس نے شہرت کی نہ صرف تمنا بلکہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش نہ کی ہو اور
غرض یہ ہے کہ جو لوگ قرآن کی سی عبارت کے کہنے پر قادر تھے ضرور ہے کہ
مشاہیر میں سے ہوں اور معلوم ہے کہ جتنے مشاہیر تھے کھلم کھلا مخالف اسلام
تھے۔ پیغمبر صاحب کی ہجویں کہتے اور لوگوں میں مشتہر اور منتشر کرتے ان میں سے
کسی کو کیا پڑی تھی کہ در پردہ پیغمبر صاحب کی مدد کرتا اور یہی وجہ تھی کہ جب
مشاہیر میں کسی کی نسبت ایسا شبہ ہو نہیں سکتا تھا تو معترضین غیر ملک
والوں پر گمان کرتے تھے أَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ج ترجمہ ساتھ دیا ہے
اُس کا اِس میں اور لوگوں نے۔ اس کا کیا معقول جواب خدا تعالےٰ نے دیا
لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ
ترجمہ جس پر تعریف کرتے ہیں اُس کی زبان ہے اوپری اور یہ زبان عربی
ہے صاف۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ غیر ملک والوں کی طرف ایسا شبہ کرنا لغو صریح ہے
کیونکہ غیر ملک والا کیسا ہی عربی زبان کا ماہر کیوں نہ ہو ممکن نہیں
کہ قرآن کی سی عبارت لکھ سکے۔ علاوہ بریں تھوڑی دیر کے لئے فرض
کرو کہ پیغمبر صاحب کو قرآن کوئی دوسرا ہی شخص سکھاتا سہی تو معترض
کا کام ہے اس شخص کو نامزد کرے اور ہم کو سمجھا دے کہ ایسے کلام فصیح و
بلیغ کا کریڈٹ خود اسی شخص نے کیوں نہ لیا یعنی آپ پیغمبری کا دعوے
کیوں نہ کیا اس سے بڑھکر تعجب کی بات اور کیا ہو گی کہ ایسے زمانے

میں جب لونڈیاں باندیاں تک شعر کہتی تھیں اور فصاحت بلاغت کو بڑا کمال سمجھا جاتا تھا اور اہل عرب اپنی زبان کی عمدگی پر یہاں تک نازاں تھے کہ ماسوائے عرب کو عجمی کہتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ادائے مطلب اور گویائی پر قادر نہیں۔ لوگ قوت بیان سے اس قدر متاثر ہوتے ہوں کہ شعرا جب چاہیں قبیلوں کو قبیلوں سے لڑا ماریں غرض فصاحت بجائے خود ایک پاور (قوت) ہو ایسے وقت میں ایک شخص امی جس نے ساری عمر شعر کہنا کیسا شعر کو موزوں پڑھنا بھی نہ جانا ہو وہ پکار پکار کر تحدّی کرے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا ترجمہ تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کر سکو گے۔ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ترجمہ تم لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی باندھ کر اور پکارو جس کو پکار سکو اللہ کے سوا۔ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝ ترجمہ اگر جمع ہو ویں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا قرآن نہ لاوینگے ایسا قرآن اور پڑے مدد کریں ایک کی ایک ✤

فصحاے عرب اپنا اور اپنے عزیزوں کا قید ہونا جلا وطن کیا جانا مارا جانا گوارا کریں اور کسی سے اتنا نہ ہو سکے کہ لٹھا بھرے زبان ہلا کر متحدی سے بمقابلہ پیش آئے ؎ اینک بشہادت طلبم لوح وقلم را

بخدا میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ جس کسی کو اتنی عربی بھی آتی ہو جتنی کہ مجکو اگرچہ جتنی آنی چاہیئے اس کا عشر عشیر بھی مجکو نہیں آتا۔ بہرکیف مجھ جیسا کم استعداد آدمی بھی اتنا جان لے سکتا ہے کہ قرآن کی عبارت سے کسی آدمی کا کلام اور آدمیوں میں خود پیغمبر صاحب بھی داخل ہیں لگا نہیں کھاتا۔ فصاحت بلاغت کے اکثر مسائل بھی منضبط ہیں مگر زیادہ تر میں اسکو

وجدانی خیال کرتا ہوں یعنی اگر کوئی خاص آیت لے کر مجھ سے پوچھو
کہ اس میں کیا فصاحت ہے تو میں نہیں بیان کر سکونگا اور آیت تو آیت
میں تو نہیں سمجھتا کہ کوئی اردو کے ایک شعر یا ایک مصرع کی نسبت
بھی ایسا دعوے کر سکے لیکن میں نے سینکڑوں دفعہ قرآن کو اول سے
آخر تک پڑھا ہے اور دوسروں کے کلام پر میری نظر بہت نہیں تو خیر
ایسی بہت کم بھی نہیں پس میرا پکا استدلالی عقیدہ ہے کہ قرآن کلام
بشر تو نہیں۔ اور دوسرے بشر تو کس گنتی میں ہیں ان کا بھی کلام نہیں
جن کی زبان سے نکلا یعنی پیغمبر صاحب۔ اور ہم کو مخبر صادق نے جس کی
صداقت اور راستی اور دیانت کے سینکڑوں نہیں ہزاروں شواہد موجود
ہیں ہم سے کہا کہ میں قرآن اپنے دل سے بنا کر نہیں کہتا بلکہ مجھ سے خدا
کہلواتا ہے پس ہم نے یقین کر لیا اور میں نہیں جانتا کہ یقین کرنے میں
اب کونسی حالت منتظرہ باقی رہ گئی کہ قرآن ضرور خدا کا کلام ہے جتنے
قسم کے معجزات پیغمبروں سے سرزد ہوئے بعد الوقوع واقعات تاریخی
ہوتے گئے یعنی مثلاً اگر حضرت عیسے علیہ السلام نے ابراے اکمہ و ابرص
اور احیاے موتے کیا تو اب یہ واقعہ تاریخی ہے ہم نے تو اُن کو بیماروں
کو چنگا کرتے مردوں کو جلاتے دیکھا نہیں۔ ہم کو تحقیق کرنا پڑیگا کس
نے دیکھا اور کس نے روایت کی اور روایت کہاں تک قابل تسلیم ہے۔
شہادت کا یہ حال ہے کہ لوگوں کی شہادت کی زمان اور مکان دونو کے
اعتبار سے ایک حد ہوتی ہے کیا تم خیال کرتے ہو کہ چین کی عملداری
میں سچ بولنے والے نہیں تھے یا اب نہیں۔ تھے اور ہیں۔ لیکن چونکہ ہم
اُن سے واقف نہیں ان کے نام تک ہم سے صحیح طور پر بولے نہیں جاتے
ہم ان کی شہادت کو جھٹلا تو نہیں سکتے مگر ہمارے دل کو پورا اطمینان بھی
نہیں ہوتا۔ یہی حال ہے واقعات کا باعتبار زمانے کے۔ ہمارے ہندوستان
ہی کی تاریخ میں بہت سے واقعات ایسے مرقوم ہیں جن کے مقابلے میں
۱۸۵۷ء کے غدر کی کچھ بھی وقعت اور حقیقت نہیں۔ لیکن از بسکہ غدر
جدید العہد ہے ایک واقعہ معلوم ہوتا ہے اور پرانے واقعات اس کے سامنے قصہ
کہانی۔ تو اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ انبیاے سابقین کے کل معجزات واقع تو ضرور ہوئے

مگر ہماری نظر میں مرور زمانے کی وجہ سے افسانہ ہو گئے۔ یہ پیغمبر صاحب آخر الزمان کی خصوصیت تھی منجملہ دوسری خصوصیات کے کہ ان کو قرآن کا ایسا معجزہ ملا جو ابدالآباد تک ہر وقت اور ہر جگہ تازہ اور متوثر ہے۔ مجھکو حقیقت میں بڑی ہی ہنسی آتی ہے جب میں قرآن کی فصاحت میں بحث کرتے سنتا ہوں ایسے لوگوں کو جو عبارت عربی کے اعراب بھی درست نہیں پڑھ سکتے اور رونا آتا ہے اُن پر جو مسلمان ہو کر کوئی تو کہتا ہے کہ قرآن کی ترتیب ٹھیک نہیں اور کوئی نماز سے الفاظ قرآن کے خارج کیئے جانے کی کوشش کر رہا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ جن چیزوں پر اسلام کو فخر ہے ان کی لمبی فہرست کے سرے پر قرآن ہے بالفاظہ و عبارتہ و ترتیبتہ۔ خدا نہ کرے کہ مسلمان اس فخر سے محروم ہوں اور وہ زمانہ آئے کہ جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ لوگ اَلْحَمْدُ اور اَلْحَمْدَ میں اختلاف کرینگے پس مس گائڈ ڈزیل کے رفارمر قرآن کے پیچھے کیا پڑے ہیں گویا اسی وقت کے لئے مستعجل ہیں۔

اب ہم کفار کے اس اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کہا کرتے تھے أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ترجمہ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے ٹھاکروں کو ایک شاعر دیوانہ کے کہنے سے۔ اس میں دو باتیں ہیں شاعر اور مجنوں اس میں ذرا سا بھی شک نہیں کہ حضرت نے تمام عمر کبھی شعر نہیں کہا بلکہ شعر و شاعری دونو کی باعلان تمام مذمت کی وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ترجمہ شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں۔ تو نے نہیں دیکھا کہ وہ میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ ہرگز قرین قیاس نہیں کہ جو شخص کسی کام کی برائی بیان کرے خود اُس کا مرتکب ہو اور خود یقولون مالا یفعلون کا مصداق بنے۔ پیغمبر صاحب کو میرے اور اپنے اوپر قیاس مت کرو کہ دن بھر بکواس کرتے رہتے ہیں اور سوائے کراماً کاتبین کے بلکہ کراماً کاتبین میں سے بھی سوائے کاتب دست چپ کے اور کسی کو ہمارے بکواس کی پرواہ نہیں ہوتی۔ پیغمبر صاحب کا تو کہنا یہ تھا کہ ایک لفظ منہ سے نکلا اور سینکڑوں ہزاروں دلوں میں لکھا گیا اگر شعر ہوتا تو لوگ اس کو یاد کر لیتے حضرت کے رجز احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً

انا ابن عبد المطلب انا النبی لا کذب لیکن شعر کہا ہی نہ ہو
تو کیونکر کوئی آپ شعر کہ کر پیغمبر صاحب کی طرف منسوب کردے اور وعید
مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ ترجمہ جو شخص
جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹھ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم ٹھیرانے کا مورد بنجائے
اب دیکھنا چاہئے کہ پیغمبر صاحب شعر کہ نہیں سکتے تھے یا کہ تو سکتے تھے مگر برا
سمجھ کر کہا نہیں ان دونوں میں شق صحیح یہی ہے کہ شعر کہنے سے عاجز تھے
اور یہی عجز ان کی رسالت کی دلیل قوی ہے۔ اصحاب تو استفادہ اور صحبت
کی وجہ سے بھی ہر وقت پیغمبر صاحب گھیرے رہتے تھے۔ واب مجلس نبوی کے
لحاظ سے ہر طرح کے مذکور رہا کرتے کبھی کسی کے منہ سے بے ساختہ کوئی شعر
بھی نکل جاتا کیونکہ شعر تو ان لوگوں کا گویا تکیہ کلام تھا۔ تو جناب پیغمبر
صاحب اس طرح کے اشعار پسند فرماتے

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلٌ

اس کو مکرر پڑھنے کی فرمایش کرتے اور آپ خود بھی دُھراتے لیکن ازبسکہ
طبیعت واقع ہوئی تھی ناموزون۔ پڑھنے میں وزن فوت ہو جاتا مثلاً أَلَا
كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ کی جگہ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا سِوَى اللّٰهِ بَاطِلٌ
نکل جاتا تو حضرت ابوبکر پر اس کا عجیب اثر ہوتا تھا۔ عرض کرتے بِأَبِيْ أَنْتَ
وَأُمِّيْ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ترجمہ

اور سچ بھی تو ہے کہ جو شخص ایک مصرع تک تو موزون نہ
پڑھ سکے شاعر ہی کیا جانے اور بڑی حیرت کی بات ہے کہ نہ شعر کہ سکے نہ شعر
موزون پڑھ سکے اور قرآن جیسے کلام فصیح و بلیغ سے متکلم ہو۔ اس حیرت
کو اس کے سوا اور کوئی تاویل دفع کر ہی نہیں سکتی کہ قرآن کو کلام خدا مانا جائے
اب ایک بات یہ ہے کہ جو شخص عربی نہ جانتا ہو اس کو کس طرح تسکین ہو کہ
قرآن کلام خدا ہے اس کا صرف یہی ایک جواب ہے کہ اس کو چاہئے خود استعداد
عربی پیدا کرے یا عربی دانوں کے کہنے پر یقین لائے جیسے ہم سُنیں کہ
فلان حکیم کوری چشم کا حکمی علاج کرتا ہے اور کوئی شخص اس کو باور نہ کرتا
ہو تو اس سے کہا جائیگا کہ بھائی اندھا بن کر آ اور امتحان کر یا دوسرے
اندھے جن کو حکیم نے بینا کیا ہے اُن کا کہا مان اور نہیں مانتا تو جا اپنا سر کھا

اعتراضات کفار میں سے اب ایک اعتراض آور رہ گیا۔ مجنون۔ اور جنہوں نے صرع کا مرض تجویز کیا وہ بھی ایک قسم کا جنون ہے اگرچہ مطعون نہیں خدا اور خدا کے رسول سے بہتر کس کا مقدور ہے کہ جواب دے سکے خدا نے پیغمبر صاحب کو یہ جواب تعلیم کیا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ط ترجمہ تو کہ میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تمکو کہ اُٹھ کھڑے ہو اللہ کے کام پر دو دو ایک ایک پھر دھیان کرو اس تمہارے رفیق کو کچھ سودا نہیں

واقع میں عجیب طرح کی از خود رفتگی تھی کہ اس حالت از خود رفتگی میں ایسا کلام سرزد ہوتا تھا متین مہذب معقول مدلل جامع فصیح و بلیغ موثر جس نے ایک عالم کے ہوش درست کر دئے

ایک حکایت مشہور ہے کہ ایک مرزا نے کسی جاٹ سے ہنسی کی کہ جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ۔ جاٹ یہ کلام مقفےٰ سن کر بہت بھنّایا اور آپ کو جواب سوجھا تو یہ کہ مغل بے مغل تیرے سر پر کولھو۔ مرزا نے کہا بھئی تک سے تک نہ ملی۔ تو جاٹ کیا کہتا ہے بلاسے بوجھ سے تو مرو گے۔ بجنسہ یہی حال تھا کفار کے اعتراضات کا جناب پیغمبر صاحب کی نسبت ایذا دہی کے لئے جو جی میں آیا اوٹ پٹانگ بائیں شائیں بک دیا اُس وقت کے لوگ پیغمبر صاحب کے جزو کل حالات سے آگاہ تھے بیہودہ اعتراضات سن کر ان کی عقیدتیں زیادہ تر راسخ ہوتی جاتی تھیں

اب ہمارے زمانے میں وہی پرانے دقیانوسی اعتراضات ہیں یا شاید کسی کا پیرایہ بدلا ہوا ہو مگر لوگوں کو پیغمبر صاحب کے حالات اسلام کی حقیقت اور سیرٹی سے پوری پوری آگہی نہیں۔ لودے سے بودا اعتراض سنا اور لڑ کھڑا گئے مشکل یہ آ کر پڑی ہے کہ نہ تو لوگوں کے منہ بند کئے جا سکتے ہیں کہ اعتراض نہ کریں اور نہ اعتراضات کے سننے سے تحرز ممکن ہے ہم کو دنیاوی ضرورتیں دوسرے مذہب والوں کے ساتھ اختلاط رکھنے پر مجبور کرتی ہیں لوگ واقف نہیں کہ صحبت ناموافق دین پر کیسا بُرا اثر کرتی ہے کم سے کم اتنا تو ضرور ہوتا ہے کہ انسان میں جو ایک صفت تسلیم کی ہے اور جس کا ہونا خصوصًا دین کے لئے ناگزیر ہے اگر زائل نہیں ہو جاتی تو ضعیف ہو جانے میں شک بھی نہیں۔ دل ہر ایک بات کے لئے دلیل مانگنے لگتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کی ایک حکایت

منقول ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے اپنا معراج پر جانا بیان کیا تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے تصدیق کی کسی نے پوچھا کہ تم نے ایسے عجیب معاملے کو جلدی سے کیونکر باور کر لیا تو حضرت ابو بکر نے جواب دیا اس واسطے کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر کو پیغمبر صاحب کے فرمانے کا ایسا یقین تھا کہ ان کو دوسری دلیل کا انتظار نہیں ہوتا تھا۔ حضرت علی فرماتے ہیں لو کان الدین بالرأی لکان اسفل الخف اولی بالمسح ولکن رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح اعلاہ فامسح کذلک ترجمہ اگر دین رائے سے ہوتا تو موزے کے نیچے کی طرف مسح کرنا اولےٰ تھا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اوپر کی طرف مسح کرتے تھے بس اسی طرح میں کرتا ہوں

عبد اللہ بن عمر صحابی کا ایک بیٹا تھا بلال۔ عبد اللہ نے اس کے روبرو مذکور کیا کہ پیغمبر صاحب فرماتے تھے لا تمنعوا نسائکم حظوظہن من المساجد ترجمہ۔ اپنی عورتوں کے حصوں کو مسجدوں سے نہ روکو یعنی ان کو مسجدوں میں آنے کے ثواب سے نہ روکو

اس پر بلال بول اٹھا واللہ لنمنعہن خدا کی قسم ہم ان کو نہ روکینگے۔ ابھی بلال پوری بات بھی نہ کہنے پایا تھا کہ عبد اللہ نے اس کو بڑی موٹی سے گالی دیکر کہا کہ میں قول رسول نقل کرتا ہوں اور تو اس کے خلاف کہتا ہے چاہئیے تجکو فرزندی سے عاق کیا پھر ساری عمر اس سے بات تک نہ کی

ایک حدیث ایسی بھی نظر سے گذری کہ کوئی صحابی اگلے وقتوں کی سنی سنائی ایک حکایت پیغمبر صاحب کے روبرو بیان کر رہے تھے اس میں کہیں مذکور آگیا کہ بیل بولا حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ بھلا کہیں بیل بھی بولے ہیں۔ یہ سن کر پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ تجکو بیل کا بولنا عجیب معلوم ہوتا ہے مگر میں خدا اور اس کی قدرت پر ایمان لاتا ہوں اور ابو بکر بھی۔ خیر سکون نفس کے یہ تو بڑے اعلےٰ مدارج ہیں ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتے مگر آدمی کو ایسا شکی بھی نہیں ہونا چاہئے کہ عقل کے پیدون ٹکڑا ہی نہ توڑے۔ دنیا اور دین دونوں میں عجیب طور کا نازک تعلق ہے

دنیا خواہی و دین ہم طلبی ایں ناز بجائے پدر باید کرد
ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں این خیال ست و محال ست و جنوں

یہ اور اس طرح کے اور بہت سے منقولات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ

دنیا اور دین ضد یکدیگر ہیں وَالضِّدَّانِ لَا یَجْتَمِعَانِ ترجمہ ضدین جمع نہیں ہوتیں۔ لیکن اگر دنیا اور دین ضد یکدیگر ہوں تو ہم کو دنیا میں پیدا کرنا اور پھر کہنا کہ دینداربن کر رہو طلب محال ہوا یا بعبارت دیگر ظلم اور خدا ظلم سے پاک ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَّلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ ۰ ترجمہ اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا پر لوگ اپنا آپ بُرا کرتے ہیں ؎ درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ - باز مے گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش + لیکن جن مقولات سے دنیا اور دین کا ضد یکدیگر ہونا ظاہر ہوتا ہے وہ بھی بڑے دینداروں کے مقولے ہیں پس کوئی وجہ تفریق پیدا کرنی ہوگی - وہ یہ ہے کہ حقیقت میں دُنیا کو خادم دین بنا کر رکھنا ہے یعنی چاہیئے کہ مقصود اصلی دین ہو اور دنیا اسکی تابع جیسے سود سے کے ساتھ رونگن مثلاً غنی کہ اگر کوئی شخص مال چاہتا ہے تن آسانی کے لیے غرور و حشمت کے لئے تو ایسا مال جی کا جنجال ہے اور عاقبت کا وبال اور اگر کوئی مال کا خواستگار ہے اس غرض سے کہ بوجہ مشروع خود بھی اس سے متمتع ہو اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ پہنچائے تو ایسے ہی مال کے حق میں مولانا ے روم فرماتے ہیں

مال را گر بہر دین باشی حمول　　نعم مال صالح گفتش رسول

غرض مدار کار نیت پر ہے اور نیت کا فاعل مختار ہے بندہ مگر دُنیا کے موجبات ترغیب اس کو دین کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے ورنہ دُنیا اور مافیہا سب دین ہے اگر نیت درست ہو - تو جن لوگوں نے انسان کے ضعف پر نظر کی انہوں نے مشکل کو محال سمجھ کر حکم لگا دیا کہ دنیا اور دین ضد یکدگر ہیں - دنیا کو چاہو عموماً دشمن دین ٹھیرالو مگر دنیا اگر دین کی دشمن ہے بھی تو ایسی دشمن کہ بدون دنیا کی مدد کے نہ دین کی رونق ہو سکتی ہے نہ ترقی نہ وقعت

دنیا نہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو　　اعلاے نشان قادر مطلق کہاں سے ہو
ایثار و بذل وجود محقق کہاں سے ہو　　مصدر ہی جب نہیں ہے تو مشتق کہاں سے ہو
دنیا کو جب کسی نے عموماً بُرا کہا　　میں اسکے منہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا

ہندوستان میں اسلام کے سوا جتنے دین ہیں سب میں اگر کچھ لحاظ کے قابل ہے تو عیسائیت ہے کچھ آج سے نہیں بلکہ شروع سے اسلام نے عیسائیوں کا اہل کتاب ہونا تسلیم کیا اور جو باتیں اُن میں قابل مدح تھیں انکی داد دی

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ
وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ
آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ
وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ
إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا
مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝
وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن
يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا
قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَ
ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ ترجمہ تو پاویگا سب لوگوں سے زیادہ
دشمنی میں مسلمانوں سے یہود کو اور شریک کرنے والوں کو۔ اور تو پاویگا
سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ
ہیں یہ اسواسطے کہ اُن میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے
اور جب سنیں جو اُترا رسول پر تو دیکھے انکی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے
اس پر جو پہچانی بات حق - کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا سو تو لکھ ہم کو
ماننے والوں کے ساتھ - اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نہ لاویں اللہ پر اور جو
پہنچا ہم پاس حق اور ہم کو توقع ہے کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ
نیک بختوں کے - پھر اُن کو بدلا دیا اُن کے رب نے اس کہنے پر - باغ نیچے
ان کے بہتی نہریں - رہا کریں اُن میں اور یہ ہے بدلا نیکی کرنے والوں کا
اسلام نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کو یہود کے نالائق حملوں سے
بچایا اب انہی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی امت ہے احسان فراموش کہ ہاتھ
دھوکر اسلام کے پیچھے پڑی ہے انہی کی سنی سنائی دوسرے لوگ بھی ہرا
دیتے ہیں جن کے پاس گھر کی جمع پونجی خاک پتھر نہیں - ہم کو عیسائیوں کے
مقابلے میں چند درچند مشکلیں واقع ہیں سب سے بڑی مشکل تو یہ ہے
کہ عیسائی ہمارے پیغمبر صاحب کو جو ان کا جی چاہے کہیں ہم جناب مسیح
یا اُن کی والدہ یا انجیل کی مذمت کا کوئی کلمہ منہ سے نکالیں سیدھے جہنم
میں چلے جائیں - ہاں نکٹوں کے ڈر سے اپنی ناک کٹائیے اور تھوڑی

دیر کے لئے یہودی بن جاتے تب کہیں جا کر عیسائیوں سے بر سر آئے۔ دوسری شکل جو ہم کو عیسائیوں کے مقابلے میں اس وقت درپیش ہے یہ ہے کہ زمانہ اس وقت عیسائیوں کا مساعد ہے لیاقت دولت حکومت یعنی دنیا بحذافیرہا[۱] خدا نے ان لوگوں کو دے رکھی ہے ؎ ہر کرا پنج روز نوبت اوست وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ - ترجمہ ان دنوں کو ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں

یہ ایک بڑی دلیل ان کے فیور میں ہے ہر شخص جان نہیں سکتا کہ دنیا سے دین کو کہاں تک تائید پہنچتی ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ ترجمہ لوگ اپنے بادشاہ کے طریق پر ہوتے ہیں۔ لوگ منہ سے نہیں کہتے اور کہہ نہیں سکتے مگر انسان کا دل ہی خدا نے ایسا بنایا ہے کہ جس کو اپنے سے برتر اور بہتر حالت میں دیکھتا ہے اس کی ساری اداؤں کو پسند کرنے لگتا ہے یہ سچ ہے کہ انگریز مذہب میں حکومت سے کسی طرح کا فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتے۔ لیکن بے چاہے جو ایک مطلب حاصل ہو تو چاہنے کی کیا ضرورت ہے جیسے ایک کاشتکار کا کھیت نہر کے کنارے نشیب میں واقع ہے وہ اگر نہر سے پانی نہ بھی لے تاہم نہر اُس کو فائدہ پہنچا رہی ہے اور شاید اسی اصول کے مطابق ایک فاصلۂ خاص تک ان لوگوں کو پانی کا محصول دینا پڑتا ہے جن کی زمین اطراف نہر میں واقع ہے پانی لیں یا نہ لیں۔ لیکن یہ ساری خارجی قوتیں ایک طرف اور نفس مذہب کا ضعف داخلی ایک طرف مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ج اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ترجمہ کہاوت اُن لوگوں کی جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو حمایتی بنایا مکڑی کی کہاوت جیسی ہے۔ کہ بنا لیا اُس نے ایک گھر اور سب گھر والوں میں بودا سو مکڑی کا گھر۔ کسی مذہب کا پابند ہو کر اسلام پر اعتراض کر بیٹھنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ جو شخص شیشے کا گھر رکھتا ہوا اس کو

[۱] تمام پہلوؤں سے

دوسرے گھروں پر ڈھیلے پھینکنے کیا مناسب ہیں ؎ کلوخ انداز را پاداش سنگ است۔ اگر کسی نے پتھر کھینچ مارا تو سارا ڈھونڈ اچکنا چور ہو کر رہ جائیگا مگر یوں کہو کہ جن پر ڈھیلے پھینکے جاتے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ ڈھیلے پھینکنے والے کا گھر کانچ کا ہے یا جب گھر پر ڈھیلا آتا ہے تو جواب دینے کے لئے پتھر ہاتھ نہیں آتا احمقوں کو تدبیر بھی سوجھتی ہے تو یہ کہ چلو بھائی گھر چھوڑ چھاڑ کلوخ اندازوں کے محلے میں چل بسیں۔

میں نہیں کھڑا ہوا فی مقامی ہذا اس غرض سے کہ اسلام پر جو جو اعتراض لوگ کرتے آئے اور کرتے ہیں ان سب کے جواب دوں۔ یہ کام نہ ایک دن کا ہے نہ ایک ہفتہ کا نہ ایک مہینے کا نہ ایک برس کا بلکہ برسوں کا۔ اور اس کے لئے ایک علم جداگانہ مدون ہے علم کلام۔ اور میں پہلے کہ چکا ہوں کہ میں اس علم سے کسی قدر بد عقیدہ بھی ہوں کسی ایک مذہب کا نشان دو جس کو مباحثہ و مناظرہ نے معدوم کر دیا ہو۔ اگر ساری عمر ڈھونڈا کرو ایسا مذہب نہیں پاؤ گے۔ جب بت پرستی جیسی چیز کسی کے لئے معدوم نہ ہو سکی تو کسی مذہب کے درپے ہونا کیا فائدہ دیکھتا لوگوں کو تبدیل مذہب کرتے ہوئے سن کر میرے دل پر اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ جیسے سنو کسی شخص نے فرض کرو چند لوٹے پانی مثلاً دریائے راوی سے لیکر چناب میں ڈال دیا اس سے نہ راوی پایاب ہوگیا اور نہ چناب میں کچھ غیر معمولی طغیانی آگئی۔ بات یہ ہے کہ مذہب فی نفسہ چیز ہی ایسی ہے جس میں حق سمجھوتی کو بہت بڑا دخل ہے اور اختلاف رائے کا حال یہ ہے کہ ایک چیز کو ایک شخص نہایت سچے دل سے اچھا سمجھتا ہے اور دوسرا اسی چیز کو اسی طرح نہایت سچے دل سے برا۔ سعدی نے اس مطلب کو کیسی اچھی طرح ادا کیا ہے

یکے جہود و مسلماں مناظرہ کردند — چناں کہ خندہ گرفت از نزاع ایشانم
یہود گفت بتوریت میخورم سوگند — دگر دروغ بود ہم چو تو مسلمانم
بطیرہ گفت مسلماں کہ گر مقال من است — صحیح نیست خدایا جہود میرانم
گر از بسیط زمیں عقل منعدم گردد — بخود گماں نبرد ہیچکس کہ نادانم

میں اس اختلاف رائے کو بھی آیات اللہ میں سے خیال کرتا ہوں جیسے
وَمِنْ آيَاتِهِ اخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ترجمہ تمہاری
زبانوں اور تمہارے رنگوں کا مختلف ہونا بھی اللہ کی آیات میں سے ہے۔
اور جب اختلاف رائے آیۃ اللہ ٹھیرا تو اس کے مٹنے کا کبھی خیال بھی نہ کرنا
چنانچہ خدا تعالے خود فرماتا ہے۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً
وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ
خَلَقَهُمْ ترجمہ اگر چاہتا اللہ لوگوں کو ایک طریق (دین) پر بناتا (لیکن
ایسا نہیں بنایا) وہ ہمیشہ مختلف رہینگے اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا
ہے۔ مگر جن پر تیرا رب رحم کرے۔ لِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ صاف بتارہا
ہے کہ اختلاف مذاہب خلق انسان کی علت غائی ہے اور منظور یہ ہے
کہ لوگ اختلاف کریں اور خدا کو ان لوگوں پر رحمت نازل کرنے کا
موقع ملے جو صراط مستقیم سے متزلزل نہ ہوں۔ اگر عقل کو اس کی حد
سے متجاوز نہ ہونے دو اور اس کو وہیں تک مذہب میں دخل دو جہاں تک
اس کی رسائی ہے۔ تو تم خدا کے بندے ہو۔ یقین کرکے ماننا کہ جملہ مذاہب
میں اسلام سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ بے شک اسلام میں لوگوں
کی غلط فہمی یا افراط و تفریط یا تعصب کی وجہ سے بعض اوپری باتیں
بھی داخل ہوگئی ہیں اور کوئی مذہب ایسے تصرفات سے بچا ہؤا نہیں
اور بہت سی باتیں ظاہر میں تو خلاف عقل معلوم ہوتی ہیں۔ مگر
فی الحقیقت ان میں مساغ عقل نہیں۔ لیکن تاہم اسلام کے اصول
ایسے عمدہ اور معقول اور سلیس ہیں کہ کوئی دوسرا مذہب اُن سے لگا
نہیں کھاتا۔ دین کی ساری عمارت اس ایک ستون پر کھڑی ہے کہ خدا
ایک ہے۔ جہاں کہیں اس ستون کو ڈگمگایا ہؤا پاؤ پس سمجھ لو کہ تمام
عمارت بے بنیاد ہے۔ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي
نَارِ جَهَنَّمَ ترجمہ ڈھنے والی کھائی کے کنارے پر پھر اسی کو لے کر
گر پڑا دوزخ کی آگ میں۔ یہی ستون لڑکھڑا اٹھا تھا۔ مشرک
تو مشرک جن کو موحد ہونے کا دعوے تھا جیسے یہود و نصارے انہوں
نے بھی توحید کی مٹی پلید کر رکھی تھی۔ اسی ستون کو محکم اور مضبوط

اور استوار اور پائدار کرنے کے لئے پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہوئے
خدا اور بندے میں باپ بیٹے کا رشتہ بھان متی کا تماشا ایک تین اور
تین ایک جو از روئے اصول ہندسہ بداہتہً باطل وَقَالَتِ الْيَهُودُ
عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ
قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ
وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ
وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ
سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ترجمہ اور یہود نے کہا عزیر بیٹا اللہ کا اور
نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ریس
کرنے لگے اگلے منکروں کی بات کی مار ڈالے ان کو اللہ کہاں سے
پھیرے جاتے ہیں ٹھیراتے ہیں اپنے عالم اور درویشوں کو خدا اللہ کو
چھوڑ کر اور مسیح مریم کے بیٹے کو اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب
کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بنانے سے۔
چونکہ خدا ازلی ابدی ہے اس کا دین مقبول بھی ازلی ابدی ہونا چاہئے
اسلام نے یہ دعوے نہیں کیا کہ وہ نئی چیز لے کر آیا۔ اور اگر ایسا دعوے کرتا
تو وہ دعوے ہی اس کی تکذیب کرتا۔ ہم مسلمان جن ادیان کا منزل
من اللہ ہونا مانتے ہیں اُن میں فرق اگر ہے تو جزئیات اور فروع کا نہ کلیات
اور اصول کا میں نے کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے کہا کہ اسلام کوئی
نئی چیز نہیں لایا اور کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے جا بجا قرآن
میں پیغمبر صاحب کی نسبت فرمایا ہے مُصَدِّقٌ لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ترجمہ
سچا کرنے والا جو اُس کے آگے ہے لیکن اگر اہل کتاب ہم سے اصول میں
اختلاف کریں جیسا کہ کر رہے ہیں تو اسلام ہرگز ان کا مصداق نہیں
ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جتنے پیغمبر خدا نے بھیجے۔ سب بلا خلاف و بلا استثنا
توحید کی تسلیم کرتے آئے یہ پیغمبروں کا نہیں بلکہ ان کی امتوں کا قصور
ہے کہ توحید کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ دین میں جو عقلی باتیں ہیں ان میں
سب سے پہلے اور سب کا مدار علیہ توحید ہے۔ جب تثلیث کہ وہ بھی شرک ہے

خلاف عقل زبردستی ہمارے دل میں اُتاری تو اس کے صاف یہ معنی ہونگے کہ عقل کو دین میں دخل نہیں پھر آدمی مکلف کیونکر ٹھیر سکتا ہے حقیقت میں ہم کو سخت حیرت ہوتی ہے کہ معتقد تثلیث ہو کر عیسائیوں کو دوسرے مذاہب پر اگرچہ شرک و بت پرستی ہی کیوں نہ ہو اعتراض کرنے کی کیونکہ جرأت ہوتی ہے۔ میں دیر سے چاہتا ہوں کہ لکچر کو تمام کروں مگر لوگوں کی کوئی نہ کوئی جلی کٹی بات یاد آجاتی ہے اور آپ جانتے ہیں یاد آئے پیچھے چپ رہنا مشکل سے کتے ہیں پیغمبر کے آنے کی ضرورت دکھاؤ کیونکر جھوٹ بولنا بُرا ہے اور سچ بولنا اچھا ہے یہ اور اس طرح کی اور اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اَبًا عَنْ جَدٍّ ترجمہ پہلوں کی کہانیاں۔ بزرگوں سے سُنتے چلے آتے ہیں۔ پھر یہ دکھاؤ کہ ایسی ضرورتیں آگے کے لئے بند ہوگئیں کیونکہ مسلمان اپنے پیغمبر صاحب کو نہ صرف پیغمبر مانتے ہیں بلکہ ختم المرسلین بھی۔ حال آنکہ بجنسہ وہی یا ویسے اعتراض خود قرآن میں منقول ہیں۔ مثلاً اُس وقت کے لوگ اعتراض کرتے تھے لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَا اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ترجمہ کیوں نہیں اُتارا گیا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں کے ہم نہ مانینگے جب تک ہم کو نہ ملے جیسا کچھ پاتے ہیں اللہ کے رسول۔

ان کے جواب میں خدا ے تعالےٰ فرماتا ہے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ترجمہ کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی مہر۔ اللہ بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے اپنے پیغام

اس طرح کے خدشات کا پیدا کرنا گویا خدا کو خدائی سکھانا ہے اور اگر ایسے خدشات کا دروازہ کھول دیا جاوے تو بیچارے دین کے پیچھے پڑنے کی کیا ضرورت ہے دُنیاوی امور میں خدا کو بہت سی صلاحیں بتائی جا سکتی ہیں مثلاً ہم تو معتقد ہیں کہ انسان کی خلقت احسن تقویم کے طور پر واقع ہوئی ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ترجمہ ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب اندازے پر۔ بلکہ انسان پر کیا موقوف ہے اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ترجمہ جو چیز بنائی

اچھی بنائی۔ اگر کوئی بد دین کہنا چاہے تو کون اُس کا مُنہ بند کریگا کہ اگر مکھی کی طرح ایک لاکھ آنکھیں انسان کی ہوتیں تو کیا قباحت تھی یا لاکھ نہ سہی کم سے کم گدھی میں دو آنکھیں تو لگا دی ہوتیں کہ گردن پھیر کر دیکھنے کی زحمت سے بچتا۔ اس قسم کی باتیں ہیں جن کے خطر سے آگاہ کرنے کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں۔ ایسی باتوں سے دین کا استخفاف اور اس کے ساتھ استہزاء لازم آتا ہے اور ایسے خیالات کے منجر بکفر ہونے کا خوف ہے پورا پورا علم تو خدا کو ہے۔ لیکن جہانتک میری عقل ناقص کام کرتی ہے اسلام سے دین و مذہب کو بہت ہی بڑے فائدے پہنچے ہیں۔ خدا شناسی خدا پرستی کس نے سکھلائی۔ اسلام نے۔ توحید کو کس نے پاک اور صاف کیا۔ اسلام نے۔ انسان کو شرک اور بت پرستی کی ذلت سے کس نے نکالا۔ اسلام نے۔ انسان کو اشرف المخلوقات تو خدا نے بنایا مگر کس نے اس کو ایسا برتاؤ سکھایا جو اشرف المخلوقات کے لئے شایاں تھا۔ اسلام نے۔ تم کو یہود اور عیسائیوں کی دینی مشکلات معلوم نہیں مثلاً ان کے احکام عشرہ پڑھو تو سمجھو کہ وہ احکام ناممکن التعمیل ہونے کی وجہ سے احکام کتابی ہیں ان سختیوں سے انسان کو کس نے نجات دی اسلام نے۔ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ترجمہ بتاتا ہے ان کو نیک کام اور منع کرتا ہے بُرے سے اور حلال کرتا ہے ان کے واسطے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک اور اُتارتا ہے اُن سے بوجھ ان کے اور پھانسیاں جو اُن پر تھیں۔

انسان کو یہ آسان تدبیر کس نے بتائی کہ وہ آپ اپنا گناہ معاف کرا سکتا ہے۔ اسلام نے۔

یہاں تو مسلمان بھی کان کھڑے کرینگے کہ اپنا گناہ آپ معاف کر لینا کیا معنی سو بھائیو لفظوں کا اپھیر ہے خدا فرماتا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۔ ترجمہ
اے بندے میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر نہ آس توڑو اللہ
کی مہر سے بے شک بخشتا ہے اللہ سب گناہ وہ جو ہے وہی ہے گناہ
معاف کرنے والا۔ یہاں ذرا تعمیم پر نظر کرو جملہ اسمیہ مصدرہ بہ اِنَّ۔ الذنوب
میں الف لام استغراق کا اس پر جمیعا کی تاکید اس پر دوسری تاکید
اِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ دوسری جگہ فرمایا وَهُوَ الَّذِي
يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ
ترجمہ وہ وہی ہے جو توبہ کو قبول کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا
ہے۔ اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي
عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝
ترجمہ مجھکو پکارو میں تم کو جواب دونگا اور جب تجھ سے پوچھیں بندے
میرے مجھکو تو میں نزدیک پہنچتا ہوں پکارتے کی پکار کو جس وقت مجھکو
پکارتا ہے تو چاہئے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لاویں مجھ پر شاید نیک
راہ پر آویں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ترجمہ اللہ وعدے کا خلاف
نہیں کرتا۔

ان سب آیتوں کے ملانے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ توبہ کرو خدا قبول کرتا
ہے اور توبہ فعل ہے بندے کا اختیاری۔ اب پھر مطلب کا وہی سلسلہ
اختیار کرو بہشت و دوزخ کے حالات کس نے ایسے شرح و بسط کے ساتھ
بیان کئے کہ گویا دونوں کو بچشم سر دکھا دیا اسلام نے۔ ورنہ عیسائیوں
میں تو بہشت کے واسطے صرف ایک ہی لفظ تھا خدا کی بادشاہت۔
اس لفظ کے معنی اب بھی اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں آتے۔ دنیا
میں بھی خدا ہی کی بادشاہت ہے۔ یہاں بھی اعتراض کرنے والے
نہیں چوکتے۔ بڑے لفظوں میں کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بہشت سے
خدا کی تقدس کو بٹا لگتا ہے۔ کتنے مسلمان اس اعتراض کو سن کر
بد عقیدت ہو گئے لیکن میں کہتا ہوں کہ بیش بریں نیست بہشت میں دنیا
کے سے مزے ہونگے سو دنیا ہی کے پیدا کرنے سے خدا کی تقدس میں کونسا

بٹا لگ گیا کہ بہشت کی وجہ سے لگ جائیگا یہ پھر وہی خدا کو خدائی تعلیم
کرنے کی بات آئی یعنی خدا نے توالد تناسل کا جو قاعدہ ٹھیرا رکھا ہے
اور جس سے ہر شخص تنگ کرتا ہے اگرچہ علے وجہ الحلال ہی کیوں نہ ہو
قابل تبدیل ہے۔ قرآن جیسی کتاب فصیح و بلیغ مواعظ و حکم سے بھری
ہوئی دنیا کی اصطلاح کی ضامن دین کی فلاح کی متکفل موثر دلوں
کو مسخر طبیعتوں کو گداز کرنے والی۔ تسکین بخشنے والی۔ امراض روحانی
سے شفا دینے والی اہل دُنیا کو کس نے عنایت کی۔ اسلام نے۔ معاشرت
اور تمدن کے عمدہ ضابطے کس نے ٹھیرائے اسلام نے۔ مسلمانوں کے
مسئلہ طلاق پر تو اعتراض کیا جاتا ہے۔ اور بدون اس کے کاربراری
ہو نہیں سکتی تو سول سپریشن کے نام سے اس کے لئے مقدمے لڑائے
جاتے ہیں۔ حق شفعہ اسلام سے پیدا ہوا۔ اب کوئی قوم نہیں جس نے اس
کو اختیار نہ کر لیا ہو۔ بات یہ ہے کہ حضرت موسےؑ کی شرع میں احکام ظاہر
پر بڑا زور تھا۔ حضرت عیسےؑ نے ظاہر سے قطع نظر کی باطن پر توجہ کی یہ
خاصہ شرع محمدی ہی کا ہے کہ اس نے ظاہر و باطن دونوں کی درستی کا
بیڑا اُٹھایا اور موسوی اور عیسوی شریعتوں کے نقصان کو پورا کیا
اور جبکہ ظاہر و باطن کے مجموعے پر انسان کی ہستی کا خاتمہ ہے
پس شرع محمدی آپ سے آپ آخری شریعت اور جناب پیغمبر خدا صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین ہوئے یہ ہیں معنی ختم رسالت کے۔
تو اے بھائیو میں تم کو وصیت کرتا ہوں جو کہ حضرت ابراہیمؑ نے اور
ابراہیمؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو کی تھی۔
إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ
أَنتُم مُّسْلِمُونَ ترجمہ اللہ نے چن لیا تمہارے واسطے دین
کو پس تم نہ مروگے مگر مسلمان ہو کر۔

۱۵۰

۵۷۲

...خط میر مجلس و ممبران انجمن موجود ہے۔ سولہ زنانہ مدرسے ہیں۔ جن میں کلام اللہ اور دینی کتابوں
...م ہوتی ہے۔ اور ضروری دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے۔ ماہ محرم سنہ ۱۳۰۱ ہجری سے لڑکوں کی دینی و دنیوی تعلیم
...کے لئے مدرسۃ المسلمین لاہور میں جاری ہے۔ جو پہلے اپر پرائمری تک تھا۔ یکم جنوری ۱۸۸۹ع سے مڈل
...ل اور یکم جنوری ۱۸۹۰ع سے انٹرنس کے درجے تک پہنچ گیا ہے۔ جوں جوں مسلمان بھائی ہمت کرکے انجمن کی
...کرینگے۔ یہ سکول بھی آہستہ آہستہ ترقی کرکے انشاء اللہ کبھی مسلمانان پنجاب کا مرکز تعلیم ہوگا۔ شروع ۱۸۹۰ع
...سکول کے متعلق ایک **بورڈنگ ہوس** بھی قائم ہوگیا ہے۔ جس میں بورڈروں کی ہر طرح کی نگرانی نہایت
...خوش اسلوبی سے ہوتی ہے۔ انجمن کے دفتر میں ہفتہ وار **جلسۂ وعظ** ہوتا ہے۔ جس میں واعظوں کے سوا
...لائق مسلمان اپنی تقریروں اور لکچروں سے اپنے بھائیوں کو مستفید کرتے ہیں۔ انجمن کے میر مجلس صاحب
...مکان پر ہر روز کلام اللہ کا ترجمہ انجمن کی اغراض کے لئے للّٰہ پڑھاتے ہیں۔ ایک **ماہوار رسالہ**
...ہے۔ جس میں انجمن کی کارروائی اور تہذیب کے ساتھ مخالفین مذہب اسلام کے سوالوں کے جواب
...ان کے مذہب کی تردید اور مسلمانوں کی حالت کی درستی کے متعلق مضامین شائع ہوتے ہیں۔ بچوں کی
...کے واسطے کتب مندرجہ **پشت** چھپ گئی ہیں۔ اور اور کتابیں بھی تیار ہو رہی ہیں جو مرتب
...ہونے کے بعد آہستہ آہستہ انشاء اللہ چھپتی جائینگی۔ مسلمانوں کے لاوارث یتیم اور مسکین بچوں کی
...پرورش کے واسطے جو اکثر کسی کی حالت میں غیر مذہب والوں کے ہاتھ میں کر گمراہ و مرتد ہو جاتے ہیں۔ یتیم خانہ کھل گیا ہے۔
...میں پینتیس یتیم داخل ہیں۔ جن کی خوراک و پوشاک کا نہایت معقول انتظام ہے۔ علاوہ ازیں بعض
...ان کو مدرسے میں وظیفہ۔ بعض کو فیس اور بعض کو سامان تعلیم دیا جاتا ہے۔ اور لوکل گورنمنٹ کی خدمت میں
...درخواست کی گئی ہے۔ کہ جو ایسے بچے پنجاب کی کچہریوں میں آئیں۔ وہ انجمن کو دئے جائیں۔ اگر مسلمان
...بھائی اپنے مال زکوٰۃ وغیرہ دے کر مدد کی۔ تو یہ سب کام انشاء اللہ اور بھی زیادہ خوش اسلوبی کے
پورے ہونگے ؛

پس مندرجہ بالا مقاصد اور کارروائیوں کے لحاظ سے مسلمانوں پر فرض ہے۔ کہ وہ اس انجمن
...مقاصد کی تکمیل کے لئے زر سے۔ زبان سے۔ قلم سے مدد کریں۔ اور جس طرح ہوسکے۔ ان کے پورا
کرنے کے لئے ہر وقت مستعد رہیں۔ تاکہ دین اور دنیا میں ان کو سرخ روئی حاصل ہو ؛

اشتہار

...کتابوں کے طلب فرمانے یا انجمن کے متعلق اور کسی معاملے میں جو خط و کتابت کیجائے۔ وہ
...مولوی کرم بخش صاحب مینیجر مطبع اسلامی و کارسپانڈنگ سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور
...نام ہونی چاہئے۔ مگر روپیہ ہمیشہ منشی تاج الدین صاحب فنانشل سکرٹری انجمن
...اکونٹنٹ دفتر اگزیمنر نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور کے نام آنا چاہئے ؛

المشتہر

شمس الدین جنرل سکرٹری

کتب موجودہ دفتر انجمن حمایت اسلام لاہور

تحفۂ حروف اُردو جلی ۔۔ ۶ پائی
اُردو کا قاعدہ ۔۔ ۶ پائی
اردو کی پہلی کتاب لڑکوں کے واسطے ۱ر ۹ پائی
ایضاً لڑکیوں کے واسطے ۔۔ ۱ر ۶ پائی
ایضاً دوسری کتاب ۔۔ ۲ر ۶ پائی
ایضاً تیسری کتاب ۔۔ ۵ر
اردو میں دینیات کا پہلا رسالہ ۱ر ۳ پائی
" دوسرا رسالہ ۔۔ ۱ر ۹ پائی
" تیسرا رسالہ ۔۔ ۲ر ۳ پائی
صرف اُردو کا ابتدائی رسالہ ۔۔ ۲ر
فارسی کی پہلی کتاب ۔۔ ۱ر ۹ پائی
ایضاً دوسری کتاب ۔۔ ۲ر ۳ پائی
ایضاً تیسری کتاب ۔۔ ۶ر
ایضاً چوتھی کتاب ۔۔ ۸ر
صرف فارسی کا ابتدائی رسالہ ۳ر
تحفۂ حروف عربی جلی ۔۔ ۶ پائی
عربی کا قاعدہ ۔۔ ۶ پائی
عربی کی پہلی کتاب ۔۔ ۲ر
عربی میں دینیات کی پہلی کتاب ۱ر ۳ پائی
" دوسری کتاب ۔۔ ۲ر ۶ پائی
" تیسری کتاب ۔۔ ۳ر ۶ پائی
انگریزی کا قاعدہ ۔۔ ۳ پائی
محمڈن سکول انگلش پرائمر ۱ر ۶ پائی
ایضاً فسٹ ریڈر ۔۔ ۴ر ۶ پائی
ایضاً سکنڈ ریڈر ۔۔ ۶ر ۶ پائی
ایضاً گرامر ۔۔ ۱ر ۶ پائی
انگریزی بول چال ۔۔ ۶ر
ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ۴ر
ابطال الوہیت مسیح علیہ السلام ۴ر
تحریف قرآن کا جواب ۔۔ ۶ پائی
اثبات اصول اسلام ۔۔ ۲ر
مولوی حافظ نذیر احمد صاحب کا لکچر ۱ر ۶ پائی
ازالۃ الشبہات ۔۔ ۱ر ۳ پائی
تقدیس الانبیاء ۔۔ ۲ر
اعجاز التنزیل ۔۔ ۴ر
فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب ۱ر
تصدیق براہین احمدیہ حصہ اول ۱ر
ریاض الصالحین ۔۔ ۴ر
جواہر الصمدیہ ۔۔ ۳ر
تیغ اعظم ۔۔ ۳ر
مخزن الامثال ۔۔ ۳ر
رفیق الطلبا ۔۔ ۸ر

ستہ ضروریہ ۔۔ ۵ر ۳ پائی
تریاق اختری ۔۔ ۴ر ۶ پائی
تضمین ارشد ۔۔ ۴ر
عشرہ کاملہ ۔۔ ۶ پائی
قوت فیصلہ ۔۔ ۳ر
نور اسلام ۔۔ ۱ر ۶ پائی
مرقع حکمت ۔۔ ۳ر
قرآن شریف مترجم با محاورہ
قرآن شریف کلاں مترجم
قرآن شریف مع تفسیر حسینی
قرآن شریف حمائل
قرآن شریف مترجم
قرآن شریف ۱۵ سطری بمبئی فی پارہ ۱ر
صحیح بخاری مع شرح فتح الباری
المعتقد المنتقد ۔۔ ۱۲ر
تہذیب النسوان ۔۔ ۴ر
عدۃ الحصن الحصین ۔۔ ۴ر
عقائد الاسلام ۔۔ ۱۲ر
دیوان سوزاں ۔۔ ۲ر
ارمغان حکمت ۔۔ ۸ر
سرچشمۂ رحمت ۔۔
ابن ماجہ ۔۔
تحفہ شاہجہانی ۔۔ ۱۲ر
شرح مائۃ عامل کلاں ۔۔ ۸ر
مظہر الحق مع وسیلہ مغفرت ۔۔ ۲ر
دلائل الخیرات مع ارشاد مرشد ۸ر
مجمع الزوائد و منبع الفوائد
ولایتی ۔۔ سفید ۔۔
ربع پارہ عم مترجم ۔۔ ۱۰ر
رانڈوں کی شادی ۔۔ ۱ر
مجموعہ ستہ ضروریہ گلابی
شرح وقایہ الظامی اردو ۔۔
ترجمہ مشارق الانوار بمبئی ۔۔
مشکوٰۃ شریف بمبئی ۔۔
رفع المفتی والسائل ۔۔ ۸ر
در بار نبی ۔۔ ۲ر
شرح عقائد نسفی ۔۔ ۴ر
قطعات ابن یمین ۔۔ ۱۲ر
رسالہ فتح المغیث ۔۔ ۱۰ر
تزکیۃ الاصحاب ۔۔ ۱ر
رکاز مظفر نگر ۔۔

رقی منشورات ۔۔ ۵ر
حدائق البلاغت رنگین ۱۲ر
مخزن الحکمت حصہ اول ۔۔
برکات محمدی ۔۔ ۲ر
ایضاح الحجۃ ۔۔ ۱۰ر
افضل المقال ۔۔ ۶ر
الضاف شاہ ولی اللہ ۔۔
دلائل الخیرات مترجم نظامی ۔۔
مجموعہ تصوف ۔۔ ۱۰ر
مناقب الخلفاء الراشدین ۵ر
انوار المشارق ۔۔ ۴ر
انشائے خرد افروز ۔۔
آئینۂ فارسی ۔۔ ۱۰ر
حقیقۃ الاعتقاد ۔۔
برہان الفتح ۔۔
انگلش اینڈ پرشین انگریزی ۔۔
دستور المبتدی ۔۔ ۲ر
رحمۃ المہداۃ ۔۔
کلید پشتو ۔۔ ۶ر
اتباع الحسنہ ۔۔ ۱ر
موعظہ حسنہ ۔۔
اتمام حجت ۔۔ ۱ر
توبۃ النصوح ۔۔
مرآۃ العروس ۔۔ ۸ر
محصنات ۔۔ ۱۰ر
منتخب الحکایات ۔۔ ۵ر
مسلم شریف ۔۔
مقدمہ تاریخ محمدی ۔۔ ۴ر
تاریخ محمدی حصہ اول ۔۔ ۸ر
مناجات فردوسی ۔۔ ۲ر
نماز اور اس کی حقیقت ۔۔ ۴ر
دعا مع گنج العرش مترجم ۔۔ ۱ر
مجموعہ پنج گنج ۔۔ ۱۲ر
مجموعہ میزان الصرف ۔۔ ۴ر
مخمس حسرت ۔۔ ۲ر
گناہ بے لذت ۔۔ ۱ر
علم الاستخارہ ۔۔ ۳ر
تائید اسلام ۔۔ ۸ر
معجزات محمدیہ ۔۔ ۲ر
تصدیق الاسلام ۔۔ ۴ر
تحقیق الکلام فی ولادت مسیح علیہ السلام ۱ر ۶ پائی
آثار احمد ۔۔ ۳ر

Date	No.	Date	No.
27 MAR 65	1046		

Extract from the RULES of the LYTTON LIBRARY, MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH.

The under mentioned shall be eligible to take books the Library:—

A. Members of the Court

B. Members of the University teaching staff, including the Librarian.

C. Students on the rolls of the University

D. Other persons, wheather connected with the University or not, who have obtained special permission of the Pro-Vice-Chancellor on deposit of Rs. 25.

2. The maximum number of books that may be borrowed at any one time is-

[in Rule 2] { A & B ...2 volumes; C ...15 { MA, &M.Sc, 4 volumes; All others 2 ,,

4. Books may be retained by—

[in Rule 2] { A & B for one month; C & D ,, 14 days

6. Books lost, injured or defaced in any way by any other borrowers must either be replaced or the price paid for. In case a book belongs to a set or series and a single volume is not procurable the whole set or series must be replaced.